U101574, Date 23-12-09

Title - AHRAR ISLAM.

Creator - Abul Kalaam Azad.

Publisher - Saddique Book Dipo (Lucknow).

Date - N.A

Pages - 68.

Subjects - Islamiyaat - Falsafa ; Falsafa - Islam.





بار اوّل

ماخذ اور حوالے کی کتابیں

حیات سعدی ۔ [illegible] حالی [illegible]

[illegible]

[illegible] انقلابات [illegible] ہندوستان [illegible]

حیات [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] حضرت خواجہ [illegible] اجمیری [illegible]

[illegible]

[illegible]

تاریخ [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

احرار اسلام

الحریۃ فی الاسلام

نظام حکومت اسلامیہ

از

مولانا ابوالکلام آزاد دہلوی

منیجر صدیق بکڈپو امین آباد لکھنؤ

بار اول ۲۰۰ جلد

احرار اسلام

الحریۃ فی الاسلام
نظام حکومت اسلامیہ

وامرھم شوریٰ بینھم (۴۲:۳۶)

(۱)

تمام دنیا میں جمہوریت کے خیالات پھیل رہے ہیں، شخصی استبداد و مطلق الحکمی سے ہر جگہ نفرت کی جا رہی ہے، اور اس حقیقت کا اعتراف ہو رہا ہے کہ قانونی و سیاسی آزادی میں تمام انسان مساوی الرتبہ ہیں۔ قوم کو اپنے ذرائع ملک سے تمتع کا حق حاصل ہے۔ وہ اس حق میں دوسروں پر مقدم ہے۔

دنیا کی تمام قومیں اس حقیقت پر ایمان لا چکی ہیں، اور ہر ممکن ذریعہ و کوشش سے اسکے حصول کے لیے کوشاں ہیں۔ بعض کوششیں منزل مقصود تک پہونچ چکی ہیں، اور بعض پہونچنے کے قریب ہیں۔

لیکن مسلمان جو دنیا کی آبادی کا پانچواں حصہ ہیں، اب تک اس حقیقت سے بے خبر ہیں، اور جو باخبر ہیں وہ اُن کے تصور میں اسکی صورت مشتبہ ہے۔ حالانکہ اس حق طلبی و داد خواہ جماعت میں سب سے آگے مسلمانوں کو ہونا چاہیے تھا، کیونکہ اُن کا پیغمبر دنیا میں صرف اس لیے آیا، تاکہ وہ انسانوں

کو انسانوں کی غلامی سے نجات دلائے۔

یورپ کی قومیں دور سے کھڑی مسلمانوں کے اعمال و حرکاتِ جہل عن الحقیقۃ کا تماشا دیکھ رہی ہیں۔ ہمکو از راہ لطف و کرم اس راستے کے فوائد و خطرات سے مطلع کیا جاتا ہے، اور وعید و تہدید کی کڑک سے تنبیہ کرنے والی آواز سنائی دیتی ہے کہ "دیکھنا! اس زنجیر کو جس سختی سے کاٹنا چاہو گے، اوسی سختی سے یہ پاؤں میں اور زیادہ لپٹ جائے گی" اکثر واعظین سیاست از راہ شفقت و نصیحت دینی ہمکو یہ بھی تلقین کرتے ہیں کہ حریت حکومت کے لیے اس قسم کی کوششیں اور جد و جہد، تعلیمات قرآنیہ کے خلاف اور تاریخ اسلام کے منافی ہیں۔

لیکن واقعہ یہ ہے کہ واقعات تازہ نے مسلمانوں کی حسیات زندہ کر دیے ہیں، اُنکو اپنا ازیاد رفتہ خواب پھر یاد آگیا ہے۔ اتباع احکام ربانی کے لیے ان میں ایک نیا ولولہ پیدا ہو گیا ہے، اور اسلام کی حریت و آزادی کے اسباق پر پھر اونھوں نے نظر ڈالنی شروع کر دی ہے، اس لیے اُن کے ناصحین و مشفقین سیاست کو اُنکی ہدایت سے مایوس ہو جانا چاہیے کیونکہ اُنکا اب گمراہ ہی ہونا اُن کے حق میں ہدایت سے بہتر ہے۔

واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم

نوبت زہد فروشان ریاکار گذشت
وقت شادی و طرب کردن رندان جہاں است!

اسلام خود اپنے بیان کے موافق "ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ و

فی الاخرۃ حسنۃ "، دین و دنیا کی اصلاح کے لیے آیا تھا، اور اسی لیے دونوں جہان کی برکات اس کے ساتھ تھیں۔ یہ اگر فرض کر لیا جائے کہ اسلام کے خزانۂ ہدایت میں حسنات سیاست دنیاوی کا وجود نہیں، تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ نصف خدمت انسانی انجام دہی سے وہ قاصر رہا، جس کا تحمل بھی کوئی مسلمان نہیں کر سکتا۔ اس لیے ضروری ہے کہ ہر مسلمان اسلام کے کارنامہ ہائے سیاسیہ اور طرق اصلاح حکومت دنیویہ سے آج واقفیت حاصل کرے۔

ظہر الفساد فی البر و البحر

آج سے ۱۳۳۱ - برس پہلے کا واقعہ ہے کہ دنیا استبداد و استعباد کے عذاب الیم میں مبتلا تھی۔ غلامی کی زنجیروں نے اسکا بند بند جکڑ رکھا تھا۔ فرماں روایان ملک، امرائے شہر، روسائے قبائل، اپنے اپنے حلقہ فرماں روائی میں "ارباباً من دون اللہ" تھے، اور ان کے ہاتھ میں ان کے اطاعت گذار اور پیرو بالکل مثل معدوم الارادۃ آلات عمل کے تھے، جنکی زندگی کا موضوع واحد صرف اپنے قادر قابض کی تکمیل ہوائے نفس و اتباع مرضیات تھا۔ صداقتوں کی حقیقت اور امور و واقعات کی صحت کا فیصلہ سلاطین و امرا کے چشم و ابرو کا ایک اشارہ، اور پاپائے و روسا کے کام و دہن کی ایک جنبش کرتی تھی۔ مسیح سے ۷۰۰ برس پہلے، ذات شاہی ہر تنقید سے مقدس، ہر احترام فوق العادۃ سے مقدس، اور ہر نقص و عیب سے مبرا تھی، کیونکہ وہ خدا تھی، خدا کا سایہ تھی، یا کم از کم خدا نما انسانیت

سے ایک بالاتر شئے ضرور تھی!

فراعنۂ مصر دیوتا تھے۔ اسی لیے مصر کے ایک فرعون نے مسیح سے ۱۷۰۰ برس پہلے اپنے درباریوں کو کہا تھا "انا ربکم الاعلی یعنی موسیٰ کا خدا کون ہے؟ تمہارا بڑا خدا تو میں ہوں"، کلدانیوں کے ملک میں نمرود بابل کی پرستش کے لیے ہیکل بنتے تھے، ہندوستان کے راجہ دیوتاؤں کے اوتار بن کر زمین پر اترتے تھے، روما کا پوپ خدا کے فرزند کا جانشین تھا، اور اُس کا آستانۂ قدس سجدہ گاہ ملوک و سلاطین۔

روم کے قیصر اور فارس کے کسرے، گو دیوتا نہ تھے، لیکن فطرۃ بشریہ سے منزہ، اور مرتبۂ انسانیہ سے بلند تر ہستی تھے، جن کے سامنے بیٹھنا ممنوع، جن کے سامنے ابتداء کلام گناہ جنکا نام لینا سوءِ ادب، اور جنکی شان میں ادنیٰ سا اعتراض بھی موجب قتل تھا۔ بیت المال ملکی سامان مصرف، رعایائے ملک غلامان درگہ شاہنشاہی تھے۔

دنیا اسی تعبد و غلامی اور ذلت و تحقیر میں تھی کہ بحر احمر کے سواحل پر ریگستانی سرزمین میں ایک "عربی پادشاہ" کا ظہور ہوا، جس نے اپنے معجزانہ زور توانائی سے قیصر و کسرے کے تخت اُلٹ دیئے، بابائے رومۃ الکبرے کے ایوان قدس کی بنیادیں ہلادیں، تعبد و غلامی کی زنجیریں اُسکی شمشیر آہنی کی ایک ضرب سے کٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہوگئیں، اور استقلال ذات و فکر، حریت خیال و رائے، و شرف و احترام نفس، مساوات حقوق، اور ابطال شاہنشہی کی روشنی دنیائے قدیم (۱)، کے قلب سے نکلکر تمام دنیا میں پھیل گئی

شاہان عالم مرتبۂ قدوسیت و معصومیت سے گر کر عام سطح انسانی پر آ گئے، اور عام انسان سطح غلامی و حیوانیت سے بلند ہو کر مصر و بابل کے دیوتاؤں اور روم و ایران کے قیصر و کسریٰ کے پہلو بہ پہلو کھڑے ہو گئے، اور بقول گبن (مشہور مورخ) "قوائے عمل و زندہ دلی جو صومعوں اور خانقاہوں میں پڑی سوتی تھی، عسکر حجاز کی آواز دہل سے چونک پڑی، اور اسلام کی اس نئی سوسائٹی کا ہر ممبر حسب استعداد فطرت و حوصلہ اپنے اپنے مرتبے پر پہونچ گیا" (۲)

یہ معجزانہ قوت و توانائی کیا تھی؟ جلال روحانی سے بھری ہوئی ایک آواز تھی، جو بوقبیس کی پہاڑی سے بلند ہوئی، اور جس سے گنبد عالم کا گوشہ گوشہ گونج اٹھا، کہ اے اہل عالم!

تعالوا الی کلمة سواء بیننا وبینکم ان لا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ (۳: ۵۷)

آؤ، ایک بات جو اصولاً و عقلاً ہم میں تم میں متفق علیہ ہے، اُس کو عملاً بھی تسلیم کر لیں، یعنی خدا کے سوا کسی کی پرستش نہ کریں، نہ اس کی خدائی میں کسی کو شریک ٹھہرائیں، اور نہ ہم خدا کے سوا ایک دوسرے کو اپنا خدا اور آقا بنائیں۔

اس ایک آواز سے انسانی جباری و الوہیت کے بت سرنگوں ہو کر گر پڑے۔ شہنشاہیوں کا پر اسرار عجیب الخواص طلسم ٹوٹ گیا، بادشاہ، خادم رعایا، بیت المال، خزینہ عمومی۔ اور تمام انسان مساوی الرتبہ قرار پا گئے۔ عرب کے بادشاہ نے نہ اپنے لیے قصر و ایوان طیار کرایا، نہ تاج و

دنیا کے فرش بچھائے، نہ سونے چاندی کی کرسیوں سے دربار سجایا، اور نہ اس نے اپنی ہستی کو انسانیت سے مافوق بتایا، بلکہ علی الاعلان کہدیا:

انما انا بشر مثلکم - میں بھی تمھاری ہی طرح ایک آدمی ہوں!

یہ تو عرب سے باہر کا حال تھا۔ خود عرب کا حال کیا تھا؟ اطراف عرب میں، یمامہ، غسان، حیرہ، بحرین، عمان، یہ روم و فارس کے ماتحت جو ریاستیں تھیں، وہ تو سراپا روم و ایران کے رنگ میں رنگی ہوئی تھیں۔ لیکن وسط عرب کی بھی حالت یہ تھی کہ اسلام سے پہلے وہ بالکل مبتلائے فوضویت تھا۔ جس طرح قبیلے کا خدا الگ تھا، اسیطرح ہر ہر قبیلے کا شیخ بھی الگ تھا، آپس کی جنگ و جدال اور حرب و قتال نے تمام ملک کو کارزار بنا رکھا تھا، بے اطمینانی و بے امنی عرب کے گوشے گوشے میں موجود تھی، قبائل کا ایک دوسرے کے مملوکات پر غارتگری بہترین سبب معاش تھی۔ اس پر شعرائے قبائل، فخریہ قصائد لکھتے تھے، اور ہر شخص دوسرے کی عزت و مال کو اپنے لیے بہترین مصرف قرار دیتا تھا۔

غرضکہ دنیا کے اس خشک و بے آب ملک کا چپہ چپہ انسانوں کے خون سے سیراب کیا جا رہا تھا کہ دفعۃً سلطنت الٰہی کا ظہور ہوا، اور وادیٔ مکہ میں عرب کے سب سے بڑے مجمع کے اندر اس کے اس فرمان کا اعلان کیا گیا، کہ اے اولاد آدم!

الا ان دماءکم و اموالکم	ہوشیار رہو کہ آج جان اور مال کی
حرمت علیکم کحرمة	حرمت قائم کی جاتی ہے، جس طرح
یومکم هذا فی شهرکم	کہ آج کے روز اس شہر مکہ میں۔

ھذا فی بلدکم ھذا. الا	اور اس ماہ حج میں حرمت سے ہے
کل شیٔ من من امر	ہوشیار رہو کہ جاہلیت کی تمام باتیں
الجاھلیة تحت قدمی	آج میرے پاؤں کے نیچے ہیں - ایام
موضوع ودماء الجاھلیة	جاہلیت کی خوں ریزی اور اس کے انتظام
موضوعة وان اول دم	کے تمام واقعات آج سے فراموش ہوں
اضعه من دمائنا	سب سے پہلے میں خود اپنے عم زاد
دم ابن الربیعة الحارث !	بھائی ابن ربیعہ بن حارث کا خون
(الحدیث ؛ صحاح)	فراموش کرتا ہوں -

یہ ایک آواز تھی، جس سے عرب کے پرشور و شر فضا میں سکوت طاری ہوگیا، امن عام کا ابر چھاگیا، حکومت الٰہی کے اس داعی نے نصرانی شاہزادہ عدی سے فرمایا تھا کہ عرب کی بے اطمینانی سے نہ گھبراؤ - وہ وقت آنے گا کہ ایک بڑھیا سونا اچھالتی ہوئی عرب کے ایک گوشے سے دوسرے گوشے میں نکلجائے گی، اور کوئی اس سے تعرض نہ کرے گا" پس وہ وقت آگیا کہ بڑھیا سونا اچھالتی ہوئی ایک گوشے سے دوسرے گوشہ میں نکلگئی اور کسی نے اس سے تعرض نکیا -

تاسیس اصطلاحاً حکومت

اس سلسلہ میں یہ عجیب بات ہے کہ اسلام نے حکومت اسلامی کا جو نظام قرار دیا، وہ ایک ایسی چیز تھی، جو اس کے گرد و پیش کے نظامات حکومت میں کہیں بھی موجود نہ تھی - اس نے ایک باقاعدہ قانونی و جمہوری حکومت کی بنیاد ڈالی - حقوق عامہ کی تشریح و تعیین کی، تعزیرات و حدود و جرائم کے

مناسب قائم کیے۔ مالی، مُلکی، اور انتظامی قوانین وضع کیے، عدل و انصاف کی تعلیم دی۔ قانونی انسلاخ و استثنائے شخصی کی ممانعت کی شخصی حکومت و ذاتی امتیاز کو بیک قلم مٹا دیا۔

یہ مجمل بیانات ہیں جن کی تفصیل و اثبات کے لیے موجودہ اصول جمہوریت و عمومیت کی بنا پر متعدد مباحث طے کرنے چاہئیں۔

نظامِ جمہوریت

ایک بہتر سے بہتر حکومت کے تخیل کے لوازم کیا ہیں؟ اس کے جواب میں ہمارا موجودہ سیاسی لٹریچر اُن دفعات سے بہتر کوئی شئے نہیں پیش کر سکتا جو (انقلاب فرانس) کے شدائد و مصائب کے بعد اٹھارہویں صدی میں مرتب ہوئے، اور جن پر آج جمہوری حکومتوں کا عمل ہے یعنی:

(۱) حکومت جمہور کی مِلک ہے، وہ ذاتی یا خاندانی مِلک نہیں۔

(۲) تمام اہلِ مُلک ہر قسم کے حقوق و قانون میں مساوی ہیں۔

(۳) رئیس مُلک (پریسیڈنٹ) جسکو اسلام کی اصطلاح میں امام یا خلیفہ کہتے ہیں، اُس کا تقرر مُلک کے انتخاب و اختیار عام سے ہو، اور اُس کو دیگر باشندگان مُلک پر کوئی ترجیح نہ ہو۔

(۴) تمام معاملات مُلکی اور امور انتظامی و قانونی مُلک کے اہل الرائے اشخاص کے مشورہ سے انجام پائیں۔

(۵) بیت المال یا خزانہ مُلکی عام مُلک کی ملکیت ہو۔ رئیس کو بغیر مشورہ مُلک و اہل حل و عقد کے اسپر تصرف کا کوئی حق نہو۔

حکومت جمہور کی ملک ہے - وہ ذاتی یا خاندانی ملک نہیں۔

یہ بحث درحقیقت زبدۂ مباحث اور خلاصۂ جمہوریت ہے، اور آیندہ کی تمام بحثیں درحقیقت اسی اصل کی فروع اور متعلقات ہیں۔ اس دعوے کے اثبات کے لیے کہ "اسلام میں حکومت جمہور کی ملک ہے، اور کسی خاص شخص کی ذاتی یا خاندانی ملک نہیں" بہترین دلیل خود اسی کی زبان ہے۔ قرآن مجید کا یہ حکم ہر شخص کو معلوم ہے:

وشاورهم في الامر (۱) حکومت میں اپنی مسلمانوں سے مشورہ لے لیا کرو۔ (۳ - ۱۵۳)

دوسری جگہ حکومت اسلامیہ کی مدح میں ارشاد فرمایا:

وامرهم شورى بينهم : انکی حکومت باہمی مشورہ سے ہے۔ (۴۲ : ۳۶)

(۱) "امر" کے معنی عام مفسرین نے امور جنگ کے لیے ہیں، لیکن وہ شخص جو عہد اول کے لٹریچر سے واقف ہے یقین کرے گا کہ "امر" سے عموماً باقتضائے موقع "حکومت و خلافت" مراد لیا گیا ہے۔ احادیث میں سینکڑوں مواقع پر لفظ امر اسی معنی میں آیا ہے، مثلاً "من يصلح لهذا الامر" "من يصلح لهذا الامر" "ان هذا الامر فيهم" اور بے شمار احادیث صحیحہ میں یہ استعمال و محاورہ موجود ہے۔ اس بنا پر کوئی وجہ نہیں کہ صرف امور جنگ کی تحدید کر دی جائے، اور عہد صحابہ و عہد اول عام امور حکومت و خلافت نہ مراد لیے جائیں، جیسا کہ بعض علما نے مراد لیا ہے۔ اس کی تفصیل کے لیے ایک مستقل مضمون کی ضرورت ہے، تاہم میں ان تمام احادیث کا حوالہ دیتا ہوں جن میں خلافت و حکومت کے مسائل کا ذکر ہے۔ ان کو دیکھیے گا تو اکثر جگہ لفظ "امر" اسی معنی میں نظر آئے گا۔ کتاب الخلافہ و الامارہ باحادیث النبی صلعم۔

ان دونوں آیتوں میں سے پہلی آیت میں حکومت کے لیے شورۂ عام کا حکم دیا گیا ہے، اور دوسری آیت میں اس حکم کی تعمیل کی تصدیق کی گئی۔ ان دونوں آیتوں سے چند باتیں ظاہر ہوتی ہیں:

(۱) حکومت اسلامیہ میں شورۂ عام شرط ہے۔

(۲) حکومت کی اضافت عام مسلمانوں کی طرف کی گئی ہے، جس سے یقینی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ حکومت اسلامیہ کسی کی ذاتی ملک نہیں بلکہ جمہور اسلام کی ملک ہے۔

(۳) تیسری بات اس سے یہ ثابت ہوتی ہے کہ مسلمانوں کا صدر اول میں اسی پر عمل تھا، کیونکہ بغیر تاریخ سے مدد لیے ہوئے، خود قرآن ہم کو بتلاتا ہے کہ "ان کی حکومت باہمی مشورے سے ہے"

قرآن مجید کی ان آیات میں ہم کو اپنے دعوے کے اثبات کے لیے کسی دوسری دلیل کی احتیاج نہیں، لیکن واقعات کے سلسلۂ ترتیب اور اعدائے اسلام کی تسکین کے لیے ہم کو چند دیگر واقعات کا بھی اضافہ کرنا ہے جس سے اس کا علمی رخ اور زیادہ واضح ہو جائے:

(۱) آں حضرت صلعم نے اور خلفائے راشدین نے اپنا جانشین کسی عزیز یا اپنے بیٹے کو نہیں بنایا۔

(۲) تمام معاملات ضروری میں آں حضرت اور خلفائے راشدین مہاجرین وانصار سے خصوصاً اور عام مسلمانوں سے عموماً مشورہ لیتے تھے۔

(۳) خلفا کا تقرر ہمیشہ مشورۂ عام سے ہوتا تھا۔

(۴) بیت المال عام مسلمانوں کا حق تھا۔ کبھی ذاتی طور پر اس کو صرف میں نہیں لایا گیا، اور اسی لیے اسکا نام "بیت مال المسلمین" تھا۔ حالانکہ اگر اسلام شخصی حکومت کی بنیاد رکھتا تو ضرور تھا کہ امر مذکورہ، بالکلیہ حکومت اسلامیہ میں مفقود ہوتے۔

الغرض آیات مذکورہ کے علاوہ خلفا کا عام مجمع میں انتخاب، آزادی وحریت کے ساتھ اُن کے احکام واعمال کا انتخاب، آزادی وحریت کے ساتھ اُن کے احکام واعمال کا انعقاد، امور مہمہ میں خلفا کا اہل الرائے اور ارباب حل وعقد سے استشارہ، بیت المال کی شخصی حرمت اور اس کا "خزینۂ عمومیہ" ہونا۔ اس امر کا محکم ترین ثبوت ہے کہ اسلام میں حکومت، جمہور ملک کی طاقت کا نام ہے۔ وہ کوئی شخصی استبداد نہیں۔

تمام اہل مُلک مراتب حقوق، قانون اور قواعد مُلک میں مساوی ہیں

درحقیقت یہ اسلام کی واضح ترین خصوصیت ہے کہ اُس کی نظر میں آقا اور غلام، معزز اور حقیر، چھوٹا اور بڑا، امیر اور فقیر، سب برابر ہیں۔ صہیب وبلال جو آزاد شدہ غلام تھے، سرداران قریش کے پہلو بہ پہلو اُن کا نام ہے۔ اسلام کے سامنے صرف ایک ہی چیز ہے جس سے انسانوں کے باہمی مرتبے میں تفرق ہو سکتی ہے، یعنی تقوے اور حسن عمل۔

ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم (۴۹ : ۱۴) — تم میں زیادہ معزز وہی ہے جو زیادہ متقی ہے۔

رسول اللہ (صلعم) نے صرف ایک فقرے میں مراتب کی تفریق کردی:

الکرم: التقوی (ترمذی باب مفاخرات) — بزرگی اور بڑائی، صرف تقوے و حسن عمل سے ہے۔

لیس لاحد علی احد فضل الا بدین و تقوی۔ (مشکوۃ باب مفاخرت) — ایک کو دوسرے پر فضیلت دینی اور تقوے کے سوا اور کوئی حق ترجیح و فضیلت نہیں ہے۔

الناس کلھم بنو آدم و آدم من تراب۔ (مشکوۃ باب مفاخرت) — تمام انسان آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے بنا تھا، لپس سب آپس میں برابر ہیں۔

مساوات قانونی کی اصلی تصویر صرف اسلام کے مرقع ہی میں مل سکتی ہے۔ قانون اسلام کی نگاہ میں حاکم و محکوم اور امام و عامۂ ناس یکساں ہیں۔ کیا اسلام سے پہلے یہ ممکن تھا کہ بادشاہ اپنی رعایا کے مقابلہ میں ایک معمولی آدمی کی طرح عدالت میں حاضر ہو؟ حضرت عمر اور ابی ابن کعب میں ایک معاملہ کی نسبت نزاع ہوئی۔ زید بن ثابت کے ہاں مقدمہ پیش ہوا۔ حضرت عمر جب اُن کے پاس گئے تو انہوں نے تعظیم کے لیے جگہ خالی کردی۔ حضرت عمر نے فرمایا "یہ پہلی ناانصافی

یہ پہلی بے انصافی ہے جو تم نے اس مقدمے میں کی"، یہ کہہ کر اپنے فریق کے برابر بیٹھ گئے۔ (کتاب الخراج)

اسی طرح حضرت امیر جب ایک مقدمہ میں مدعا علیہ بن کر آئے تو اُن کو مدعی کے برابر کھڑا ہونا پڑا۔ (عقد الفرید)

عہد عباسیہ میں حکومت اسلامی کی خصوصیات بہت کم باقی تھیں، لیکن پھر بھی جب مدینہ کے قلیوں نے خلیفہ منصور پر دار القضا میں دعوے کیا، تو خلیفہ کو تنہا اُن قلیوں کے دوش بدوش قاضی کے سامنے آنا پڑا۔ مامون کے دربار میں اُس کے بیٹے عباس پر ایک بڑھیا نے نالش کی۔ اور شہزادہ عباس کو سر دربار بڑھیا کے سامنے کھڑے ہو کر اپنے مقدمہ کی سماعت کرنی پڑی!

قانون اسلامی میں قریب و بعید کا بھی کوئی امتیاز نہیں، آں حضرت نے صاف فرمادیا:

عن عبادة بن الصامت قال قال رسول الله صلعم واقیموا حدود الله على القريب والبعيد ولا تاخذكم في الله لومة لائم (ابن ماجه کتاب الحدود)

خدا کے حدود یعنی خدا کے مقرر کردہ قوانین و آئین دور و قریب، رشتہ دار و غیر رشتہ دار سب پر یکساں جاری کرو، اور خدا کے معاملہ میں تم ملامت کرنے والوں کی ملامت کی پروا نہ کرو۔

[illegible]

(۳)

جبلہ بن ایہم الغسانی

جبلہ بن ایہم الغسانی ایک عیسائی شاہزادے نے عہد فاروقی میں اسلام قبول کیا تھا۔ طواف کعبہ کے موقع پر اس کی چادر کا ایک گوشہ ایک شخص کے پاؤں کے نیچے آ گیا۔ جبلہ نے اس کے منہ پر ایک تھپڑ کھینچ مارا۔ اس نے بھی برابر کا جواب دیا۔ جبلہ غصہ سے بیتاب ہو گیا اور حضرت عمرؓ کے پاس آ کر شکایت کی۔ آپ نے سن کر کہا کہ تم نے جیسا کیا تھا، ویسی ہی اس کی سزا بھی پالی۔ اس نے کہا:

"ہمارے ساتھ کوئی گستاخی کرے تو اس کی سزا قتل ہے"

مگر حضرت عمرؓ نے فرمایا:

"ہاں، جاہلیت میں ایسا ہی تھا، لیکن اسلام نے شریف و ذلیل اور پست و بلند کو ایک کر دیا"

جبلہ اس ضد میں پھر عیسائی ہو گیا اور روم بھاگ گیا، لیکن خلیفۂ اسلام نے مساوات اسلامی کی قانون شکنی گوارہ نہ کی۔

خود آں حضرتؐ کا اسوۂ حسنہ

مساوات قانونی کو چھوڑ کر اسلام کی عام طرز مساوات پر غور کرنا چاہیے۔ آں حضرتؐ تمام مسلمانوں کے آقا اور سردار تھے تاہم آپ نے

عام مسلمانوں سے اپنے لیے۔ کبھی کوئی زیادہ امتیاز نہیں چاہا۔

ایک سفر میں کھانا پکانے کے لیے صحابہ نے کام تقسیم کر لیے، تو جنگل سے لکڑیاں لانے کی خدمت سرورِ کائنات نے خود اپنے ذمہ لی!

حضرت انس دس برس خدمتِ نبوی میں رہے۔ لیکن اُن کا بیان ہے کہ اس مدتِ طویل میں میں نے جتنی خدمت آپ کی کی، اُس سے زیادہ آپ نے میری کی۔ مساوات کا یہ عالم تھا کہ ”ما قال لی شئی لما فعلت ؟“ یعنی تحکمانہ کام لینا یا جھڑکی دینا تو بڑی بات ہے، کبھی آپ نے اتنا بھی نہ کیا کہ فلاں کام یوں سے یوں کیوں کیا؟

غلام اور آقا

ایک صحابی نے اپنے غلام کو مارا تو آپ نے فرمایا:

”یہ تمہارے بھائی ہیں، جنکو خدا نے تمہارے ہاتھ میں دیا ہے جو خود کھاؤ۔ وہ انکو کھلاؤ، جو خود پہنو، وہ اُن کو پہناؤ،،

اسلام نے نہایت شدت کے ساتھ اس سے روکا کہ کوئی انسان کسی دوسرے انسان کو، خواہ وہ کیسا ہی ادنیٰ درجہ کا کیوں نہ سمجھا جاتا ہو، ”غلام“ اور ”باندی“ کہے، کیونکہ سب خدا ہی کے غلام ہیں۔ اسیطرح غلاموں کو فرمایا کہ اپنے مربیوں کو ”آقا“ نہ کہیں کیونکہ مساواتِ اسلامی میں اس سے فرق آتا ہے۔

ایک بار ایک صحابی نے آنحضرت کو ان الفاظ سے خطاب کیا کہ ”اے ہمارے سردار“ آپ نے فرمایا ”مجھ کو آقا نہ کہو۔ آقا تو ایک ہی

ہے، یعنی خدا،،

صحابہ کا طرزِ عمل

خلفائے راشدین جو تعلیم اسلامی کے زندہ پیکر تھے، اُن کا بھی ہمیشہ یہی طرزِ عمل رہا۔ حضرت عمرؓ اور اُن کا غلام سفرِ بیت المقدس میں باری باری سے سوار ہوتے تھے۔ بیت المقدس کے قریب جب پہنچے تو غلام کی باری تھی۔ غلام نے عرض کیا کہ آپ سوار ہوں کہ شہر نزدیک آ گیا۔ آپ نے نہ مانا، اور آخر خلیفۂ اسلام بیت المقدس میں اسی طرح داخل ہوا کہ اُس کے ہاتھ میں اونٹ کی مہار تھی، اور اونٹ پر اُس کا غلام سوار تھا!! حالانکہ یہ وہ وقت تھا جب کہ تمام شہر خلیفۂ اسلام کی شان و عظمت کا تماشا دیکھنے کے لیے اُمنڈ آیا تھا۔ یہ واقعہ مشہور ہے تفصیل کی ضرورت نہیں۔

واقعہ اجنادین میں رومی سپہ سالار نے ایک جاسوس مسلمانوں کے دریافتِ حال کے لیے معسکرِ اسلام میں بھیجا۔ جاسوس اسلام کے ان سچے نمونوں کو دیکھ کر جب واپس آیا، تو رومی سپہ سالار سے ایک تحیر کے عالم میں بول اٹھا:

هم باللیل رهبان	یہ لوگ راتوں کو استغراق عبادت میں
وبالنهار فرسان۔	راہب ہوتے ہیں مگر دن کو شہسوار۔ اگر
ولو سرق ابن ملکهم	ان کا شاہزادہ بھی چوری کرے تو ہاتھ
قطعوا یده، ولو زنا	کاٹ ڈالیں، اور اگر زنا کرے تو اُسے بھی
رجموه	رجم کریں

خالص مسلم کی یہ اصلی تصویر تھی!

مساواتِ قانونی کی ایک مثالِ وحید

قبیلۂ مخزوم کی ایک عورت چوری میں ماخوذ ہوئی۔ قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سفارش کرنے کے لیے حضرت اسامہ کو آمادہ کیا، جن کو آپ بہت عزیز رکھتے تھے۔ لیکن جب اس واقعہ کے متعلق اسامہ نے آپ سے سفارش کی تو آپ نے لوگوں کو جمع کرکے فرمایا:

انما اھلک الذین قبلکم انھم کانوا اذا سرق فیھم الشریف ترکوہ، واذا سرق فیھم الوضیع، اقاموا علیہ الحدود۔ ایم اللہ لوان فاطمۃ بنت محمد سرقت، لقطعت یدھا (بخاری الشفاعۃ فی الحدود)

اے لوگو تم سے پہلے قومیں اس لیے ہلاک ہوگئیں کہ جب ان میں سے کوئی بڑا آدمی چوری کرتا تھا (چوری کا ذکر صرف خصوصیت واقعہ کی بنا پر ہے ورنہ اس سے مراد تمام جرائم ہیں) تو لوگ اس کو چھوڑ دیتے تھے، پر جب کوئی عام آدمی چوری کرتا تو اس کو سزا دیتے۔ لیکن خدا کی قسم، اگر محمدؐ کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو اس کے ہاتھ بھی ضرور کاٹے جاتے۔

یہ ہے اسلام کی فرماں روائی کی اصلی تصویر، اور یہ ہے وہ مساوات کی حقیقی تعلیم، جس کے ساتھ اعمالِ نبوت کا اسوۂ حسنہ بھی پیش کردیا گیا تھا۔

یہ سچ ہے کہ انقلابِ فرانس نے یورپ کو استبداد و تسلط اور امتیازِ افراد سے نجات دلائی، اور اس نے معلوم کیا کہ ہر انسان بلحاظ انسان ہونے

ہونے کے انسان ہے، اگرچہ وہ سر پر تاج، اور ہاتھ میں عصاء حکومت رکھتا ہو۔ لیکن بایں ہمہ آج بھی، جبکہ تمام یورپ سے شخصی فرماں روائی کا جنازہ اُٹھ چکا ہے، جبکہ قانون کی عزت سب سے بالاتر سمجھی جاتی ہے، جبکہ مساوات و آزادی کے غلغلوں سے اس کا گوشہ گوشہ گونج رہا ہے ایک نظیر بھی ایسی پیش کی جا سکتی ہے، جس میں فرماں روائے وقت نے ایسی صاف اور سچی لفظوں میں مساواتِ انسانی کا اعلان کیا ہو، اور خود اپنے اوپر اس کا نمونہ پیش کرنے کے لیے آمادہ ہو؟

انگلستان میں بادشاہ قانون کا تابع بیان کیا جاتا ہے، اور امریکہ و فرانس میں پریسیڈنٹ ایک عارضی مشورہ فرمائے حکومت سے زیادہ نہیں، لیکن اگر واقعات و نظائر کے جمع کرنے پر متوجہ ہوں تو صدہا واقعات پیش کیے جا سکتے ہیں، جن سے ثابت ہوتا ہے کہ قانون نے اس دورِ مدنیت و آزادی میں بھی اعلیٰ و ادنےٰ اور بادشاہ و رعایا کا ویسا ہی فرق قائم رکھا ہے، جیسا کہ ہندوستان میں (منو) کے زمانے میں تھا، یا دورِ مظالم کی اُن انسانی پرستش گاہوں کے عہد میں، جس کو آج تاریخ لعنت و نفرین کے ساتھ یاد کرتی ہے!

ہم کو یورپ کی اُن عدالتوں کا نشان دو، جہاں بادشاہ وقت ایک معمولی فردِ رعایا کے دعوے کی جوابدہی کے لیے آ کر کھڑا ہو، کیوں کہ ہم نہ صرف مدینے کی اس سادہ عدالت کدہ مسجد ہی میں، بلکہ دمشق اور بغداد کے پُرشوکت عدالت خانوں میں بھی ایسا ہی دیکھ رہے ہیں۔ ہم کو وہ قانون بتلاؤ جس نے چوری کی سزا سپاہی کے لڑکے کی طرح، بادشاہ کی لڑکی کو بھی

دینی چاہی ہو، کیوں کہ عرب کے اس قدوس پادشاہ کا اعلان ہم پڑھ رہے ہیں، جو پادشاہتوں کو مٹانے کے لیے آیا تھا۔

کیا آج بھی قانون عملاً ادنے او اعلےٰ میں تمیز نہیں کرتا؟ کیا کل کی بات نہیں ہے کہ انگلستان میں ایک مدعی کے جواب میں پارلیمنٹ نے اعلان دیا تھا کہ پادشاہ عدالت میں حاضر نہیں ہو سکتا؟ اور نہ کوئی اعلےٰ سے اعلیٰ عدالت اس کے نام سمن جاری کر سکتی ہے؟ یہ اعلان ہی نہیں بلکہ قانون ہے، کیوں کہ قانون نے با ایں ہمہ ادعائے مساوات، پادشاہ کو عدالت کی حاضری سے بری اور مستثنیٰ کر دیا ہے!!

مدعیوں کی جدوجہد کے بعد دنیا کا آج حاصل حریت اس سے زیادہ نہیں، پھر وہ دعوت کیسی مقدس و محترم، اور وہ سوید من اللہ ہاتھ کیسا عظیم و جلیل تھا، جس نے چھٹی صدی کی تاریکی میں حقیقی حریت و مساوات انسانی کا چراغ روشن کیا، اور اعلان کر دیا کہ:

"وان فاطمة بنت محمد سرقت، قطعت یدها"!

صلے اللہ علیہ و علی آلہ وصحبہ وسلم!

خلیفۂ اول کا اعلان

اور مساوات کا تخیل عمومی۔

حضرت ابوبکرؓ نے خلافت کی جو پہلی تقریر کی تھی اُس کے حسب ذیل فقرے پڑھو:

وان اقوٰکم عندی الضعیف — تم میں جو قوی ہے وہ میرے نزدیک ضعیف

ہے، یہاں تک کہ میں اس سے حق وصول کروں۔ اور جو ضعیف ہے وہ قوی ہے، تاآں کہ میں اس کو اس کا حق نہ دلوا دوں۔	حتی آخذ له بحقه، وان اضعفکم عندی القوی، حتی آخذ منه الحق (ابن سعد ج ص ۱۳۶)

اس مساوات کی تعلیم نے پیروان اسلام کے قلب و دماغ کو حریت و مساوات کی تخیل سے لبریز کر دیا تھا۔ فارس کی لڑائی میں جب مغیرہ بن شعبہ ایرانی سپہ سالار کے پاس سفیر بن کر گئے، اور تخت پر اس کے برابر بیٹھ گئے، تو درباریوں نے بے سوء ادب دیکھ کر تخت سے اتار دیا تھا۔ اس پر ان کے منہ سے کس بیباکی کے ساتھ یہ الفاظ نکلے ہیں:

ہم مسلمانوں میں تو ایک دوسرے کو غلام سمجھنے کا دستور نہیں ہے، یہ تمہارا کیا حال ہے؟	انا نحن معشر العرب لا یتعبد بعضنا بعضا (طبری ص: ۱۰۱۶)

امتداد زمانہ نے خصوصیات اسلام بہت کچھ مٹا دیئے تاہم اس واقعہ سے کون انکار کر سکتا ہے کہ آج بھی مہذب ترین ممالک میں سیاہ و سپید قومیں اپنی عبادت گاہوں میں ایک دوسرے کے ساتھ صف میں نہیں بیٹھ سکتیں، لیکن مساجد اسلامیہ میں ایک ادنے ترین مسلمان ایک امیر الامرا بلکہ شاہ افغانستان کے پہلو بہ پہلو کھڑا ہوتا ہے، اور کوئی اس کو اپنی جگہ سے ہٹا نہیں سکتا۔ کیا ان تعلیمات و واقعات کے بعد بھی کہا جا سکتا ہے کہ اسلام میں مساوات نہیں؟ اور اس بارے میں وہ آج یورپ سے درس حریت

لینے کا محتاج ہے؟

نظام جمہوری کا تیسرا رکن

امام یا خلیفہ کا تقرر انتخاب عام سے ہو، اور دوسروں پر حقوق میں اس کو کوئی ترجیح نہ ہو۔

اس مبحث کو ہم دو حصوں میں بیان کریں گے:

(۱) تاریخ شاہد ہے کہ خلفائے راشدین میں سے کسی کا تقرر بہ حق وراثت یا بہ استبداد رائے نہیں ہوا بلکہ مجمع عام میں مہاجرین و انصار کی کثرت رائے سے (جو بمنزلہ ارکان خاص تھے) اور عام مسلمانوں کے قبول سے ہوا (جو بمنزلہ ارکان عام تھے) حضرت ابوبکر کا انتخاب نشستگاہ بنو ساعدہ میں حضرت عمر کی تحریک، مہاجرین و انصار کی تائید، اور عامۂ مسلمین کی پسندیدگی سے ہوا۔ حضرت عمر کا انتخاب حضرت ابوبکر کی تحریک مہاجرین و انصار و عامۂ مسلمین کی تائید و قبول سے ہوا۔ حضرت عثمان کو عبدالرحمن بن عوف وغیرہ کی ایک مجلس نیابی کے انتخاب اور عام اہل مدینہ کے مشورہ سے خلیفہ بنایا گیا۔ اسی طرح حضرت امیر اہل مصر و اہل مدینہ کی تجویز و قبول سے خلیفہ منتخب ہوئے۔

حضرت عمر نے تو صاف فرما دیا "لا خلافۃ الا عن مشورۃ"

(کنز العمال ج ۳ صفحہ ۱۲۹) یعنی خلافت صرف عام مشورہ سے طے ہو سکتی ہے، شریعت میں اس کے تعین کا اور کوئی ذریعہ نہیں

واقعہ تحکیم میں حضرت امیر علیہ السلام اور امیر معاویہ کی معزولی میں

بھی قوم ہی کی رائے سے مدد لینی پڑی، گو اس میں امیر معاویہ کے نائب نے
مکر و خدع سے کام لیا تھا، اور قوم کو دھوکا دینا چاہا تھا۔

حضرت امیر کی تصریح

امیر معاویہ نے حضرت امیر علیہ السلام کو لکھا تھا کہ تم کو خلیفہ کس نے
بنایا؟ حضرت جواب میں فرماتے ہیں:

انہ بایعنی القوم الذین
بایعوا ابابکر وعمر و
عثمان وعلی ما بایعوھم
علیہ، فلم یکن للشاھد
ان یختار، ولا للغائب ان
یرد، وانما الشوری
للمھاجرین والانصار
فان اجتمعوا علی رجل
وسموہ اماما، کان ذلک
رضی، فان خرج من
امرھم خارج بطعن
او بدعۃ ردوہ الی ما
خرج منہ، فان ابی قاتلوہ
علی اتباعہ غیر

جس قوم نے ابوبکر و عمر و عثمان کی
بیعت کی تھی، اور جن شرائط پر
بیعت کی تھی، اسی نے، انھی شرائط
پر میری بھی بیعت کی۔ جو مجلس
انتخاب میں موجود ہو اس کو حق نہیں
کہ اپنی رائے پر اڑا رہے، اور جو غیر حاضر
ہو اس کو حق نہیں کہ اپنی غیر حاضری
کی بنا پر انتخاب عام کو رد کر دے۔
حق شوریٰ مہاجرین و انصار
کو ہے، اگر وہ کسی ایک شخص
پر متفق الرائے ہو جائیں اور اس کو امام
مقرر کر دیں تو ان کی یہ رائے رضائے عام پر
دال ہے، پس اگر کوئی ان کی متفق علیہ
رائے سے کسی طعن یا بدعت

سبیل المومنین کے سبب سے علیحدہ ہو تو اُن پر واجب
(نہج البلاغۃ ہوگا کہ جس سے وہ علیحدہ ہوا اُس کے
ج ۔ ۲ ۔ ص ۔ ۷ ۔ ۵ مصری) قبول پر مجبور کیا جائے ۔ اگر وہ اب بھی
نہ مانے تو اجماع رائے مسلمین کی مخالفت کی بنا پر اُس سے
جنگ کریں ۔

حقیقت یہ ہے کہ جناب امیر نے ان چند فقروں میں انتخاب
خلافت و جمہوریت کے تمام ارکان کی بہترین تفصیل کردی ہے ، اور
ایسی تفصیل جس سے بہتر تفصیل آج بھی نہیں ہو سکتی ۔

یزید کی خلافت سے انکار

امیر معاویہ کے عامل نے جب یزید کی نسبت مدینے میں
خطبہ پڑھا اور کہا خلافت کے لیے امیر المومنین یزید حسب سنت اسلام
خلیفہ ہوتے ہیں ، تو فوراً ایک مسلمان نے کھڑے ہو کر علانیہ کہہ دیا
کہ تم جھوٹے ہو ۔ اسلام سے اس استبداد اور وراثت کو کیا تعلق ؟
یوں کہو کہ وہ شاہان روم و فارس کی طرح بادشاہ ہوتا ہے ! یہ واقعہ
تمام تاریخوں میں موجود اور مشہور ہے ۔

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی رئیس کا تقرر اگر بہ شکل
انتخاب نہ ہو تو وہ مسلمانوں کے نزدیک امام اسلام نہیں ہو سکتا تھا ،
بلکہ قیصر و کسریٰ کے اسلام سمجھا جاتا تھا آں حضرت نے اپنی مشہور حدیث
میں اسی قسم کی حکومت کو وراثت عضوض فرمایا ہے ۔ اسی لیے

حضرت عمرؓ نے انتقال کے وقت اعلان فرمادیا کہ میرے بیٹے عبداللہ کا خلافت میں کوئی حصہ نہیں۔

بنو امیہ

خلافت راشدہ کے بعد بنو امیہ کا دور فتن و بدعات شروع ہوتا ہے، جنھوں نے نظام حکومت اسلامی کی بنیادیں متزلزل کردیں۔ تاہم جب انھی میں قامع بدعت محی السنہ، حضرت عمر بن عبدالعزیز پیدا ہوے، تو گو حسب "ملک عضوض"، سلیمان بن عبدالملک نے انھیں اپنا جانشین مقرر کردیا تھا، تاہم چونکہ از روے شریعت اسلام کسی امام کے نصب کیلیے اسقدر کافی نہ تھا، اس لیے انھوں نے مسجد عام میں فرمادیا: "مسلمانو! چونکہ از روے اسلام تمھارے انتخاب عام سے میرا تعین نہیں ہوا، اس لیے میں خلیفہ نہیں ہوں۔ تمھیں حق ہے کہ میرے سوا کسی اور کا انتخاب کرلو۔" ان کے اصلی الفاظ یہ تھے:

ایھا الناس انی ابتلیت
بھذا الامر من غیر
رای منی ولا طلبۃ ولا
مشورۃ من المسلمین، و
انی قد خلعت ما فی
اعناقکم من بیعتی
فاختاروا لانفسکم غیری

لوگو! میں اپنی رائے اور خواہش اور مسلمانوں کے عام مشورہ کے بغیر امارت کے عذاب میں مبتلا ہوگیا ہوں، اس لیے میں تمکو اپنی بیعت کے بار سے سبکدوش کردیتا ہوں۔ اب تم اپنی رائے میں بالکل مختار ہو۔ میرے سوا جسکو چاہو اپنا امام بنالو۔

طریق بیعت بقیۂ شوریٰ ہے

جسطرح ارتقائے انسانی کے بعد بھی گذشتہ اعضائے اثریہ کا
وجود باقی رہ گیا ہے، بعینہٖ اسیطرح گو بعض اسلامی حکومتوں سے خصوصیات
حکومت اسلامیہ ایک ایک کرکے رخصت ہو گئیں تاہم گذشتہ طرز حکومت کے بعض اعضائے
اثریہ کا وجود ابتک باقی ہے میری مراد اس سے "بیعت" ہے۔ بیعت کے یہ معنی ہیں کہ تمام افراد ملک
اپنے اپنے حکام شہر کے دربار میں جمع ہو کر بادشاہ وقت کی حکومت تسلیم کرنیکا اقرار
کریں، اور دار الحکومت میں بھی عہدہ داران کبار مثلاً وزرا، سرداران فوج،
قضاۃ، امراء حکام، اور اعیان بلدہ بادشاہ کے حضور میں آکر اعتراف حکومت
و وعدۂ اطاعت کریں۔ دولت امویہ، دولت عباسیہ، اور تمام اسلامی
سلطنتوں میں ہمیشہ اس پر عمل رہا۔ ہندوستان کی دولت مغلیہ کی تاریخ اس پر
شاہد ہے۔ اور ترکی میں ہر نئے سلطان کی تخت نشینی کے بعد اولین دربار بیعت
کا ہوتا ہے۔

فقہا و متکلمین

فقہا و متکلمین اسلام نے "امامت و حکومت" کی جو شرطیں
قرار دی ہیں، اُن سے بھی مسئلہ "انتخاب امام" پر روشنی پڑتی ہے۔ گو انھوں
نے جو کچھ لکھا ہے وہ صرف حضرت ابوبکرؓ کے طریق انتخاب کو اصول
قرار دے کر لکھا ہے، تاہم انتخاب اور شوریٰ کو اصول اسلامی
تسلیم کرتے ہیں۔

قاضی "ماوردی" المتوفی ۴۵۰ھ لکھتے ہیں:

الامامة تنعقد بجہتین: احدهما باختیار اهل الحل والعقد، والثانی بعهد الامام من قبل۔ (الاحکام السلطانیہ ص۔ ۵۔ مصر)	خلافت چند طریقوں سے منعقد ہوتی ہے: ایک تو ملک کے اہل الرائے اشخاص کے انتخاب سے، دوسرا اس سے کہ امام سابق خود کسی کا نام متعین کر دے۔

علامہ " تفتازانی " شرح مقاصد میں لکھتے ہیں:

وتنعقد الامامة بطرق: احدها بیعة اهل الحل والعقد من العلماء والرؤساء ووجوه الناس۔ (بحث امامت)	خلافت چند طریقوں سے منعقد ہوتی ہے: ایک یہ کہ معززین قوم رؤسائے اور علما وغیرہ اہل الرائے اشخاص بیعت کریں۔

سید سند اور قاضی عضد الدین مواقف و شرح مواقف میں جو عقائد اہلسنت کی موثق ترین تصنیف ہے، لکھتے ہیں۔

وانها (الامامة) تثبت بالنص من الرسول ومن الامام السابق بالاجماع وتثبت ایضا بیعة اهل الحل والعقد عند اهل السنة والجماعة والمعتزلة والصالحیة من الزیدیة (ص ۶۰۶)	خلافت، رسول اور امام سابق کی تعین سے اجماعاً، اور اہل حل و عقد ملک کی بیعت سے منعقد ہوتی ہے۔ اہل سنت وجماعت، معتزلہ، اور صالحیہ زیدیہ کے نزدیک ایسا ہی ہے۔

دوسری جگہ اسی کتاب میں مذکور ہے:

وللأمة خلع الإمام وعزله بسبب يوجبه مثل أن يوجد منه ما يوجب اختلال أحوال المسلمين وانتكاس أمور الدين كما كان لهم نصبه وإقامته لانتظامها وإعلائها وإن أدى خلعه إلى الفتنة احتمل أدنى المضرتين (ص ۲۰۷)

قوم کو حق حاصل ہے کہ کسی سبب سے خلیفہ کو معزول کرا دے۔ مثلاً اس سبب سے کہ مسلمانوں کے حالات اور امور دین کے انتظامات و تدابیر اُس کے باعث خلل پذیر ہو جائیں، جس طرح کہ اُس کو خلیفے کے تقرر و انتخاب کا حق امور اسلامیہ کے انتظام و ترقی کے لیے تھا، اسی طرح معزولی کا بھی ہے۔ اور اُس کی معزولی سے فتنہ برپا ہو تو پھر معزولی اور خلل احوال مسلمین ان دونوں میں سے جس کا ضرر کم ہو، اُسکو برداشت کر لیا جائے گا۔

عام کتب عقائد موجودہ اور نظام حکومت اسلامیہ

یہ موقع نہیں کہ ان تصریحات متکلمین و اصحاب عقائد کی نسبت زیادہ بحث کی جائے، تاہم چند اشارات ضروری ہیں:

(۱) کتب کلام و عقائد میں اصل اصول شوریٰ، و اجماع امت، و انتخاب امام، و عدم تغلب و تعیین شخصی کو صاف طور پر لکھا ہے، اور گو اس سے ان کا مقصد نظام حکومت اسلامیہ کی تعبیر نہ تھا بلکہ زیادہ تر فریقانہ بحث و جدل اور خلافت راشدہ کا اثبات، تاہم اصول شوریٰ و جمہوریت کے

اکثر مباحث اس کے ضمن میں آ گئے۔

لیکن اس میں شک نہیں کہ جس اہمیت و وسعت کیسا تھ اس مسئلے کو کتب عقائد و کلام اور جمیع مدونات اسلامیہ میں ہونا چاہیے تھا، اور ایک ایسے اصولی اور بنیادی مسئلہ کے لیے جس توجہ و اعتنا کی ضرورت تھی، اگر اسکو پیش نظر رکھیے، تو نہایت درد و افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ جو لکھا گیا وہ کافی نہیں، اور جس نظر اہمیت کا وہ مستحق تھا، اس نظر سے عام طور پر ائمہ اسفار و اساطین قوم نے اُسے نہ دیکھا۔

لیکن اس اغماض سے نفس مسئلہ کی اہمیت کی تضعیف صحیح نہ ہوگی، بلکہ دراصل یہ حالت بھی مثل اور بہت سی حالتوں کے، نتیجہ ہے بنی اُمیہ کے اس تسلط اور احاطہ مستبدہ کا، جس کے اثر سے ہمارے ہر فن کا لٹریچر متأثر ہوا اور بدقسمتی سے عقائد و کلام کے تو بہت سے گوشے ہیں، جن سے اس کی صدائے بازگشت آجتک آ رہی ہے۔ بنی اُمیہ کی سب سے پہلی بدعت، اور اسلام و مسلمین پر ان کا اولین ظلم یہ تھا، کہ نظامِ حکومت اسلامیہ کا تختہ یکسر اُلٹ دیا، اور خلافت راشدہ جمہوریہ صحیحہ کی جگہ مستبدہ و ملک عضوض کی بنیاد ڈالی۔ یہ انقلاب بہت شدید تھا، اور بہت مشکل تھا کہ ملک کو اس پر راضی کیا جائے۔ صحابۂ کرام ابھی موجود تھے، اور خلافت راشدہ کے واقعات بچے بچے کی زبان پر تھے، اس لیے اس احساسِ اصلاحی کو مٹانے کے لیے تلوار سے کام لیا گیا، اور جس

نے قوۃ حق و معروف سے زبان کھولی، اس کو زور شمشیر و خنجر سے چپ کرایا گیا۔ رفتہ رفتہ احساس منقلب، اور خیالات پلٹنے لگے، اور حقیقت روز بہ روز مستور و محجوب ہوتی گئی۔

ان کے بعد بنی عباس آئے۔ اس میدان میں یہ بھی ان کے دوش بدوش تھے۔ تصنیف و تالیف اور تدوین علوم اسلامیہ کا عروج ہوا تو وہ اثر بھی موجود تھا، اور کام کر رہا تھا۔ یہ جو امام اور خلیفہ کے حق خلافت کے لیے فسق و معصیت کو بھی مضر نہیں سمجھتے، تو یہ کتاب و سنت کا اثر تو نہیں ہو سکتا، جو "واجعلنا من المتقین اماما" کی دعا تلقین کرتا ہے؟ پھر اگر یزید اور ولید کی خلافت کی صحت منوانا اس سے مقصود نہ تھا تو اور کیا تھا؟

(۱) ان تصریحات میں تم دیکھتے ہو کہ انتخاب خلیفہ کے لیے انتخاب عام و مشورۂ اہل حل و عقد کے ساتھ خلیفہ سابق کی تعیین کو بھی ایک شکل صحیح قرار دیا ہے۔ دراصل اس میں حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے انتخاب کی مثال پیش نظر ہے۔ لیکن غور سے کیجیے تو حضرت عمر کے لیے گو حضرت ابو بکر نے تحریک کی لیکن اس پر تمام ارباب حل و عقد، اور پھر عامۂ مسلمین نے پسندیدگی کا اظہار کیا، اس لیے وہ بھی تعیین شخصی نہیں، بلکہ بمنزلہ انتخاب عام کے تھا۔

اس بنا پر نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ اسلام نے سوا انتخاب عام کے اور کوئی صورت تعیین خلفا یا ولی عہدی وغیرہ کی قرار نہیں دی ہے، اور اس لیے کتب عقائد کی تقسیم و تعدد طرق نصب امام بالکل غیر ضروری ہے۔

حضرات امامیہ گو امامت و خلافت کیلیے اجماع امت نہیں تسلیم کرتے

تاہم اُن کا ایک فرقہ (جارودیہ زیدیہ) حق امامت کو آل حسن و حسین صلوٰۃ اللہ علیہما میں محدود قرار دینے کے باوجود بھی آل طاہرین میں سے ایک کا انتخاب جماعۃ شوریٰ کرتا ہے۔

ان تشریحات کے بعد کون کہہ سکتا ہے کہ اسلام میں جمہوریت کا جزء اعظم یعنی مسئلہ انتخاب مفقود ہے؟

الحریۃ فی الاسلام
نظام حکومت اسلامیہ

وامرھم شوریٰ بینھم (۴۲: ۳۶)

(۳)

دوسری بحث
مساوات حقوق و مال

یہاں تک اس بحث کا پہلا ٹکڑا تھا، اب ہم دوسرے ٹکڑے پر نظر ڈالتے ہیں۔

اسلام میں خلفا کو عزت و احترام دینی کے علاوہ حقوق انتظامی و مالی میں کوئی تفوق و ترجیح نہ تھی، تاریخ اسلام کا یہ ایک مشہور و مسلم واقعہ ہے، اور اس کے ثبوت کے لیے تواتر عمل کافی ہے۔ تاہم سلسلۂ بیان کے لیے چند اشارات کیے جائیں گے۔

انک لعلیٰ خلق عظیم !!

گزشتہ صفحات میں ظاہر کیا جا چکا ہے کہ آں حضرت صلعم کا عام

مسلمانوں کے ساتھ طرزِ عمل کیسا تھا؟ اور کس شاہانہ حیثیت سے وہ تمام مسلمانوں سے ملتے تھے؟ سیرت نبوی کے بے شمار واقعات میں سے ایک واقعہ بھی ایسا نہیں جو اس مساوات سے مستثنیٰ ہو۔ آپ ہمیشہ لوگوں میں اسقدر رل مل کر بیٹھتے تھے جیسے اُس مجلس کا ایک عام ممبر، اور ہمیشہ فرماتے: "خدایا میں غریب ہوں۔ مجھ کو غریبوں میں زندہ رکھ، اور غریبوں ہی کے زمرے میں اٹھا"۔ کھانے کے وقت آپ اس طرح بیٹھتے، جسطرح ایک معمولی غلام، اور پھر فرطِ انکسار سے فرماتے: "میں خدا کا غلام ہوں۔ اُسی طرح کھاتا ہوں جسطرح ایک غلام کھاتا ہے"۔

اللہ اکبر!

اُدھر اللہ سے واصل ادھر مخلوق میں شامل!
مقام اُس برزخِ کبریٰ میں تھا حرفِ مشدد کا!

خلیفۂ اسلام کے اختیارات

حضرت ابوبکرؓ نے اول خلافت میں جو سب سے پہلی تقریر کی اُس کے بعض فقرے یہ ہیں:

ایھا الناس! قد ولیت امرکم ولست بخیرکم۔	لوگو! میں تمہارا خلیفہ مقرر ہوا ہوں گو میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔
ایھا الناس انا متبع ولست بمبتدع، فان	لوگو! میں پیروی کرنے والا ہوں، کوئی نئی بات کرنے والا نہیں ہوں۔
احسنت فاعینونی، وان زغت فقوّمونی۔	اگر میں ٹھیک کام کروں تو مجھے مدد دو، اور اگر میں کج ہوجاؤں تو مجھے

(ابن سعد ج ۳ ص ۱۲۹) سید ھا کر دو ! !

فتح شام کے بعد ایک مجلس شوریٰ میں ایک مسئلہ کی نسبت جب اختلاف آراء ہوا، تو حضرت عمر فاروق نے ایک طویل خطبہ دیا۔ اس کے چند الفاظ یہ ہیں :-

فانی واحد... کاحدکم ولست ارید ان تتبعوا هذا الذی هوای - (کتاب الخراج قاضی ابو یوسف ص ۱۵)

کیوں کہ میں بھی تم سے ایک کے برابر ہوں... میرا منشا یہ نہیں کہ میں جو چاہتا ہوں اس کو تم بھی مان لو!

کاحدکم کے لفظ پر غور کرو! آجکل اکثر ملکوں پر پریذیڈنٹ کی رائے دو ووٹوں کے برابر ہوتی ہے، یا اس کو حق ویٹو حاصل ہوتا ہے، لیکن حضرت فاروق نے صاف کہہ دیا گو میں خلیفۂ وقت ہوں، تاہم میری رائے تمام اعضاء شوریٰ کی طرح صرف ایک ووٹ ہی کا حکم رکھتی ہے۔ اس سے زائد نہیں۔

اس سے پہلے حضرت ابوبکر نے فرمایا کہ "انا متبع ولست بمبتدع" یعنی اسلامی فرماں روا اس سے زیادہ کوئی درجہ نہیں رکھتا کہ وہ احکام کتاب و سنت کو ظاہر کرے اور اُن کے عمل درآمد کے لیے بمنزلہ ایک محتسب کے ہو۔ خود اس کو کوئی رائے دینے کا حق نہیں۔

کیا آج یورپ کی بہتر سے بہتر جمہوریت میں کوئی اس کی نظیر مل سکتی ہے؟ فتدبروا وتفکروا یا اولی الالباب!

خلیفۂ وقت کے مصارف

شخصی حکمرانی کا سب سے زیادہ اور مکروہ منظر یہ ہے کہ قوم اور ملک کی دولت صرف ایک فردِ واحد کے آرام و تعیش کا ذریعہ ہوتی ہے، اور جبکہ اللہ کے ہزاروں بندوں کو زندہ رہنے کے لیے بدتر سے بدتر غذا بھی میسر نہیں آتی، تو وہ سونے کے تخت پر لعل و جواہر کے دانوں سے کھیلتا ہے!

پس جمہوریت صحیحہ کا ایک نہایت اہم رکن یہ ہونا چاہیے کہ حصولِ عزّ و جاہ اور خرچ مال و دولت کے لحاظ سے عام رعایا اور والیٔ ملک کا درجہ ایک کر دیا جائے اور کوئی ممتاز اور فوق العادۃ حق اسے حصول مال و تسلط خزینہ کا نہ دیا جائے۔

اگر یہ سچ ہے تو دنیا کو رونا چاہیے کہ اب تک اس کی بدبختی ختم نہیں ہوئی۔ وہ حریت و مساوات کے نعرے جو تمدن کی فضا کو ہمیشہ طوفانی رکھتے ہیں، افسوس کہ ابھی اصلیت و حقیقت کے حصول کے محتاج ہیں، انسانی آزادی کا وہ فرشتہ جس کی نسبت کہا جاتا ہے کہ "انقلابِ فرانس" کے پروں سے زمین پر اترا، گو بہت حسین ہے، مگر پورا کامیاب نہیں۔ آج بھی یورپ کو حریت کا سبق لینے کی ضرورت ہے۔ آج بھی وہ درسِ مساوات کا محتاج ہے۔ آج بھی اسے مضطرب ہونا چاہیے، تاکہ نوعِ انسانی کے احترام کے معمّہ کو حل کرے، اور خدا کے یکساں اور ہم درجہ بندوں کو تفریق و امتیازِ دنیوی کی لعنت سے چھڑانے کی معرفت حاصل کرے۔

یہ سب کچھ اسے اسلام ہی سکھا سکتا ہے، وہ کل کی تاریکی

کی طرح آج کی روشنی میں بھی اُس کا محتاج ہے۔ کیوں کہ "انسانی مسئلہ" کے حل کی روشنی صرف اسی کے پاس ہے؟

یورپ کہتا ہے کہ مساوات اور حرّیت کا وہ معلم ہے۔ ہم اسکو سچ مان لیتے ہیں، لیکن پھر یہ کیا ہے، جو ابتک بادشاہوں کے سروں پر نظر آتا ہے؟ یہ کس کی دولت ہے، جو تاج شاہی کے ہیروں میں دفن کیجاتی ہے؟

وہ سربفلک عمارتیں، وہ عظیم الشان محل وایوان، وہ انسانی ترقی کے بہتر سے بہتر وسائل تعیش، اور ذرائع آرام وراحت جو آج بھی اُس کے بادشاہوں اور پریسیڈنٹوں کے لیے لازمی سمجھے جاتے ہیں، کہاں سے آتے ہیں، اور کس کا خون ہے، جس کے قطروں سے عظمت وکبریائی کی یہ چادر رنگی جاتی ہے؟

ادبیات

اسلام کا نظام حکومت

جب ولی عہد ہوا تخت حکومت کا (یزید)
عامل یثرب و بطحا کو یہ پہنچے احکام:

"کہ ولی عہد کا بھی اب سے پڑھے نام ضرور
خطبہ پڑھتا ہے حریم نبوی میں جو امام"

وقت آیا تو چڑھا پایۂ منبر پہ خطیب
اور کہا یہ کہ "یزید اب ہے امیر الاسلام

یہ نئی بات نہیں ہے کہ ابوبکر و عمر
جانشیں کر گئے، جب موت کا پہنچا پیغام"

اُٹھ کے فرزندِ ابوبکر نے فوراً یہ کہا
سر بسر کذب ہے یہ، ہے خلافِ نصِ کلام!

جھوٹ ہے یہ، کہ یہ ہے سنتِ بوبکر و عمر
ہاں مگر قیصر و کسریٰ کی ہے یہ سنتِ عام

اپنے بیٹے کو بنایا تھا خلیفہ کس نے؟
ایسی بدعت کا نہیں مذہبِ اسلام میں نام

یہ طریقہ متوارث ہو تو کفار میں ہے
ورنہ اسلام ہے اک مجلسِ شوریٰ کا نظام

شانِ اسلام ہے شخصیتِ ذاتی سے بعید
شرع میں سلطنتِ خاص ہے ممنوع و حرام

اس سے بھی قطعِ نظر نسلِ عرب ہیں یہ لوگ
وہ کوئی اور ہیں، رہتے ہیں جو شاہوں کے غلام!

(شبلی نعمانی)

اگر یورپ نے مساواتِ انسانی کا راز پالیا ہے۔ تو پھر اب تک بادشاہ و رعیت کے حقوق و امتیازات میں یہ فرق کیوں ہے؟

یورپ کی مساوات یہ ہے کہ بادشاہ کے ہاتھ سے مطلق العنانی کی باگ چھین لے، مگر اسلام صرف اتنے ہی کو کافی نہیں سمجھتا۔ بلکہ وہ اُن کے سروں پر سے تاج، اور اُن کے نیچے سے تخت بھی کھینچ کر اُلٹ دینا چاہتا ہے۔ کیونکہ وہ کسی انسان کو خلیفۂ وقت ہونے کی بنا پر یہ حق دینا جائز نہیں رکھتا کہ لاکھوں انسانوں کے سر پر ٹوپیاں ہوں، مگر اُس کا ایک سر ہیروں اور موتیوں سے لیپا جائے!

مدینے کا وہ قدوس بادشاہ چٹائی پر سوتا تھا، اور اُس کے جسمِ مبارک پر داغ پڑ جاتے تھے۔ اُس کے جانشین عین اُس وقت، جب روم و عجم کے تخت اُلٹنے کے لیے حکم دینے والے تھے، پھٹے کملوں کو جسم پر رکھتے تھے،

اور پتوں کی جھونپڑی کے نیچے سوتے تھے !!

آج یورپ کے بادشاہوں کی تنخواہوں پر نظر ڈالو، جو ملک کا خزانہ بے دریغ اُن پر لٹا رہا ہے۔

شاہ انگلستان کی تنخواہ

جیب خرچ	۱۱۰۰۰۰	پاونڈ	سالانہ
ملازموں کی تنخواہ	۱۲۵۸۰۰	"	"
گھر کا خرچ	۱۹۳۰۰۰	"	"
محلات شاہی کی آرائش کے لیے	۲۰۰۰۰	"	"
انعامات وخیرات کے لیے	۱۳۲۰۰	"	"
متفرق اخراجات	۸۰۰	"	"
میزان کل	۴۷۰۰۰۰	"	"
بحساب روپیہ	۷۰۵۰۰۰۰	روپیہ	"

اس میں شاہزادہ ویلز کے ۳۰ لاکھ، اور دیگر شاہزادوں کی رقوم شامل نہیں ہیں۔ ۷۰ لاکھ ۵۰ ہزار روپیہ صرف بادشاہ کی ذات خاص کے لیے ہے !!

شہنشاہ جرمنی

مجموعی رقم ماہوار بحساب روپیہ ۹۰۰۰۰۰۰

یاد رکھو کہ ہم نے دو بڑے بادشاہوں کی تنخواہیں درج

اب ذرا دیکھو کہ اسلام نے مسلمانوں کے بادشاہ کے لیے کیا تنخواہ رکھی ہے؟ اور خود ان کا مطالبہ اپنی تنخواہ کی نسبت کیا تھا؟

خلیفۂ اسلام کے مصارف

حضرت عمرؓ نے ایک موقع پر خود ہی اپنے مصارف تبلا دیے:

اخبرکم بما یستحل لی منہ حلتان: حلۃ فی الشتاء وحلۃ فی القیظ، وما احج علیہ واعتمر من الظھر۔ وقوتی وقوت اھلی کقوت رجل من قریش لیس باغناھم ولا بافقرھم۔ ثم انا بعد رجل من المسلمین یصیبنی ما اصابھم۔ (ابن سعد ج ۳ ص ۱۹۸)

میں خود بتلاتا ہوں کہ بیت المال سے مجھے کتنا لینا جائز ہے؟ دو جوڑے کپڑے۔ ایک جاڑے کے لیے اور ایک گرمی کا۔ ایک سواری جس پر حج اور عمرہ ادا کروں، اور قریش کے ایک متوسط الحال آدمی کے اخراجات طعام کے برابر اپنے اور اپنے اہل و عیال کے لیے اخراجات طعام۔ اس کے بعد میں ایک ادنےٰ مسلمان ہوں، جو ان کا حال ہے وہی میرا حال ہے۔

حضرت معاذؓ کی تصریح اور خلافت اسلامی کی اصلی تصویر

معاذ بن جبل ایک بڑے پایہ کے صحابی ہیں۔ روم کے دربار میں سفیر بنکر گئے تھے۔ رومی سرداروں نے قیصر کے جاہ و جلال اور اعزاز و اختیارات

سے اُن کو مرعوب کرنا چاہا۔ یہاں مسلمانوں پر دوسرا ہی رنگ چھایا ہوا تھا۔ جن کے دلوں میں جلالِ خداوندی کا نشیمن ہو، اُن کی نظروں میں اس طلسمِ زخارفِ دنیوی کی کیا وقعت ہو سکتی ہے؟ حضرت معاذ نے امیرِ عرب کے اختیارات کی جن الفاظ میں تصویر کھینچی، وہ حسبِ ذیل ہے:

وامیرنا رجل منا، ان عمل فینا بکتاب دیننا وسنة نبینا اقررناہ علینا وان عمل بغیر ذالک عزلناہ عنا وان ھو سرق قطعنا یدہ، وان زنا جلدناہ، وان شتم رجلا منا شتمہ بما شتمہ، وان جرحہ اقادہ من نفسہ، ولا یحتجب منا، ولا یتکبر علینا، ولا یستأثر علینا فی فیئنا الذی افاءہ اللہ علینا، وھو کرجل منا۔ (فتوح الشام ازدی ص۔ ۱۰۵ کلکتہ)

ہمارا خلیفہ ہم میں کا ایک فرد ہے، اگر ہمارے مذہب کی کتاب اور ہمارے پیغمبر کے طریقہ کی پیروی کرے تو ہم اُس کو اپنا خلیفہ باقی رکھیں، ورنہ اُس کو معزول کر دیں اگر وہ سرقہ کرے تو اُس کے ہاتھ کاٹ ڈالیں، اگر زنا کرے تو اُس کو سنگسار کر دیں، اگر وہ ہم میں سے کسی کو گالی دے تو وہ بھی برابر کی گالی دے۔ اگر وہ کسی کو زخمی کرے تو اُس کا بدلہ دینا پڑے، وہ ہم سے چھپ کر قصر و ایوان میں نہیں بیٹھتا، وہ ہم سے غرور و تکبر نہیں کرتا، وہ تقسیمِ غنیمت میں اپنے کو ہم پر ترجیح نہیں دیتا، وہ ہم میں ایک معمولی آدمی کا رتبہ رکھتا ہے، اور بس،،

ان الفاظ کو غور سے پڑھو۔ کیا اس سے واضح تر، اس سے روشن تر، اس سے صحیح تر، اس سے موثر تر الفاظ میں جمہوریت کی حقیقت ظاہر کی جا سکتی ہے؟ کیا حکومت عام کی اس سے بہتر نوعیت ہو سکتی ہے؟ کیا مساوات نوعی اور عدم تفوق و ترجیح افراد کی اس سے بہتر مثال تاریخ عالم پیش کر سکتی ہے؟ اللہ ہی ان سے انصاف کرے، جنھوں نے اسلام کی اس مقدس تصویر مساوات کو اپنے کثافت اغراض و نفس سے ملوث کر دیا اور اس کی بڑھتی ہوئی قوتیں عین نمو و عروج میں پامال مفاسد و استبداد ہو کر رہ گئیں! ضلوا فاضلوا فویل لھم ولاتباعھم!

اللہ اللہ! آج دنیا کی ایک وہ قومیں ہیں، جن کے پاس کچھ نہ تھا پر آج انھوں نے حاصل کیا، اور ایک ہم ہیں کہ خزانے کے خزانے لے کر آئے تھے۔ مگر آج سوائے ذکر عیش کے خود عیش کا کہیں وجود نہیں!!

آئندہ و گذشتہ تمنا و حسرت است
یک کاشکے بود کہ بصد جا نوشتہ ایم

شرک فی الصفات

کلمات تعظیم و تجلیل کے عجیب و غریب القاب ہیں، جو ملوک و سلاطین کے ناموں کے پہلے نظر آتے ہیں، اور جن کے بغیر ذات شاہانہ کی طرف اشارہ کرنا بھی سوء ادب کی آخری حد ہے۔ مگر موقع خلافت اسلامیہ میں اُن کی مثال ڈھونڈھنا بیکار ہوگا۔ ایک ادنیٰ مسلمان آتا ہے۔ اور "یا ابابکر"، اور "یا عمر"، کہکر پکارتا ہے اور وہ خوشی سے جواب دیتے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ

جو الفاظ تعظیمی استعمال ہو سکتے ہیں۔ وہ "خلیفہ رسول اللہ" اور "امیرالمومنین" ہیں، اور جو مدح نہیں بلکہ واقعہ ہے۔ امراو حکام تک بھی انہیں الفاظ سے خلفا کو خطاب کرتے تھے۔

خود آں حضرت (صلعم) کی بھی یہی حالت تھی۔ آپ اپنی نسبت لفظ آقا (سید) تک سننا پسند نہیں فرماتے تھے۔ ایک معمولی بدوی آتا تھا اور "یا محمد" کہہ کر خطاب کرتا تھا۔ ایک بار ایک بدوی حاضر ہوا اور دوڑتا ہوا خدمت نبوی میں آ کے بیٹھا۔ آپ نے فرمایا:

"تم مجھ سے ڈرتے ہو؟ میں اس ماں کا بیٹا ہوں جو قدید (ایک معمولی عربی کھانا) کھاتی تھی (یعنی ایک معمولی عورت کا بیٹا ہوں)"

سبحان اللہ

چہ عظمت دادہ یا رب بخلق آں عظیم الشاں
کہ "انی عبدہ" گوید بجائے قول سبحانی

ایک صحابی نے اپنے بیٹے کو خدمت نبوی میں بھیجنا چاہا۔ اس نے باپ سے پوچھا کہ اگر حضور اندر تشریف فرما ہوں تو میں کیونکر آواز دوں گا؟ باپ نے کہا:

"جان پدر! کاشانۂ نبوت دربار قیصر و کسریٰ نہیں ہے۔ حضور کی ذات تجبر و تکبر سے بلند ہے آپ اپنے جاں نثاروں سے ترفع نہیں کرتے"۔

اللھم صل علی افضل الرسل و آلہ محمد و علی اشفعنا

المسلمین، واکملھم آلہ الابرار، واصحابہ الاخیار۔

ماضی و حال

یہ حالت تو تاریخ اسلامی کی افضل ترین ہستی سے لے کر اس کے خلفاء و جانشین تک کی تھی، لیکن اس کے مقابلے میں آج بادشاہوں اور ریاستوں کو چھوڑ کر، صرف اپنی قوم کے اُن لوگوں کو دیکھو، جن کے پاس جائداد کا کوئی حصہ یا چاندی سونے کے کچھ سکے جمع ہو گئے ہیں۔ ان میں بہت سے لوگ دولت کو تمام فضیلتوں کا منبع قرار دیتے ہیں، اور اس لیے لیڈری اور پیشوائی کے بھی مدعی ہیں۔ ان میں بہت سے فراعنہ اور نمارد تم کو ایسے ملیں گے، جن کا نام اگر ان خطابوں سے الگ کر کے زبان سے نکالا جائے، جو ان کے شیطانی خبث غرور نے گھڑ لیے ہیں، یا حکومت کی خوشامد و غلامی کا اصطباغ لیکر حاصل کیے ہیں، تو ان کے چہرے مارے غیظ و غضب کے درندوں کی طرح خونخوار ہو جاتے ہیں، اور چارپایوں کی طرح ہیجان غصہ و غلظت کو روک نہیں سکتے۔

رسولِ خدا اور اُن کے جانشین اپنے تئیں محض ایک متبع کتاب و سنت سمجھتے تھے، اور ایک معمولی باشندۂ مدینہ کے برابر قرار دیتے تھے۔ وہ پکار پکار کہتے تھے کہ میں اسی وقت تک تمھارا امیر ہوں، جب تک حق و شریعت کے مطابق چلوں، اور اگر میں کجروی اختیار کروں تو تم مجھ کو سیدھا کر دو۔ پھر آج کل کے ان بدترین نسل فراعنہ سے کوئی نہیں پوچھتا کہ یہ کیا تمرد اور کیا تمرد ست ہے؟ اگر ان کو خود اپنے لیے اسلام عزیز نہیں تو کیا اپنی قوم کے اسلام کو بھی کفر سے بدل دینا چاہتے ہیں؟

کیا وہ بھول گئے کہ ان کے مخاطب وہ لوگ ہیں، جنھوں نے خلفاء رسول کو اُن کے ناموں سے پکارا، اُن کو بات بات پر ٹوکا، اُن پر سخت سے سخت اعتراض کیے، اُن کو خطبہ دیتے ہوئے روکدیا۔ اور اُس رسول کی امت ہیں، جس نے ایک موقع پر اپنے جاں نثاروں کو اپنی تعظیم کے لیے بھی کھڑے ہونے سے رُوکدیا تھا، اور فرمایا تھا "کہ لاتقوموا کالاعاجم؟" یعنے عجم کے تاج پرستوں کی طرح میری تعظیم نہ کرو کہ اسلام کی توحید اس سے مُبّرا ہے؟ پھر کیا ہے جس نے ان کے نفس کو مغرور کر دیا ہے، اور وہ کونسا ورثہ عظمت و جلال ہے، جو تکبر و غرور کی طرح، ان کو اپنے مورث اعلیٰ فرعون و نمرود سے ملا ہے؟ اگر دولت کا گھمنڈ ہے تو مجھے اس میں شک ہے کہ ان کے پاس جہل کی طرح دولت بھی کثیر ہے۔ اگر اپنے ان پرستاروں اور مصاحبوں کا انھیں غرور ہے، جو غلامی اور دولت پرستی کی غلاظت کے کیڑے ہیں، تو میں یہ باور کرنے کے لیے کوئی وجہ نہیں پاتا کہ وہ دنیا کی مغرور و مستبد بادشاہتوں سے بھی بڑھ کر اپنے غلاموں اور پرستاروں کا حلقہ اپنے اردگرد رکھتے ہیں۔ بہرحال خواہ کچھ ہو، مگر میری آواز کا ہر سامع آج ان کی قوت اور ناکامی کا پیام پہنچا دے۔ اب انکی تباہی اور بربادی کا آخری وقت آگیا۔ وہ دنیا جس نے بحر احمر میں فرعون اور اُس کے ساتھیوں کو غرق ہوتے دیکھا تھا، اور جو اس طرح کے ان گنت تماشے ہزاروں دیکھ چکی ہے، وقت آگیا ہے کہ ہندوستان کے اندر، بحر حریت و صداقت میں جسکی موجیں نہ صرف نام ہی میں بلکہ حقیقت میں احمر ہوں گی، ان مغرور اور ستمگر لیڈروں کے غرق ہونے کا

بھی تماشہ دیکھ لے:

اذا جاء موسیٰ والقی العصا

فقد بطل السحر والساحر!

واستکبر ھو وجنودہ فی الارض بغیر الحق، وظنوا انھم الینا لا یرجعون۔	اور فرعون اور اُس کے لشکر نے زمین پر ظلم و استبداد کے ساتھ بہت گھمنڈ کیا، اور وہ نادان سمجھ کر مرنے کے بعد گویا انھیں ہماری طرف لوٹنا ہی نہیں ہے!
فاخذناہ وجنودہ فنبذناھم فی الیم، فانظر کیف کان عاقبۃ الظالمین؟	پس ہم نے فرعون اور اُس کے لشکر کو بالآخر اپنے دستِ قدرت سے پکڑ لیا کہ اور سمندر کی موجوں میں پھینک دیا، پھر دیکھو کہ حق سے منحرف ہونے والوں کا کیسا برا انجام ہوتا ہے؟
وجعلناھم ائمۃ یدعون الی النار ویوم القیامۃ لا ینصرون (۲۸: ۴۲)	ہم نے فرعونیوں کو انسانوں کی پیشوائی اور لیڈری تو دی تھی، مگر وہ ایسے لیڈر تھے، جو ہدایت اور رہنمائی کی جگہ قوم کو دوزخ کی طرف بلاتے تھے۔

قیامت کے دن ان کی پیشوائی کی حقیقت معلوم ہو جائے گی، جبکہ کوئی ان کا مددگار اور حامی نہ ہوگا!!"

الحریۃ فی الاسلام
نظام حکومت اسلامیہ

وامرھم شوریٰ بینھم (۴۲:۳۶)

(۴)

توطیہ مباحث آتیہ

اور مباحث گذشتہ پر ایک اجمالی نظر

(الحریۃ فی الاسلام) کے سلسلے میں تین نمبر شائع ہو چکے ہیں۔ اب ہمیں بقیہ مباحث کی طرف متوجہ ہونا چاہیے۔ لیکن بہتر ہوگا کہ اس سفر کی جتنی منزلیں طے کر چکے ہیں، آگے بڑھنے سے پہلے ایک نظر اُن پر بھی ڈال لیں۔

ربط و ترتیب بیان کے لیے ضرور ہے کہ گذشتہ مباحث قارئین کرام کے پیش نظر ہوں۔

(۱)

ہم نے آغاز تحریر میں اس سیاسی انقلاب پر ایک اجمالی نظر ڈالی تھی، جو ظہور اسلام سے عالم انسانیۃ میں طاری ہوا تھا۔ ہم نے اسر و غلامی اور استبداد و حکم ذاتی کی وہ بیڑیاں دیکھی تھیں، جن کے ذریعہ انسانیت کے پاؤں جکڑ دیے

گئے تھے۔ پھر چھٹی صدی عیسوی کے آغاز میں ہم نے اس حریۂ حریت الٰہیہ کو بلند ہوتے ہوئے دیکھا، جو جبل (بوقبیس) کی غاروں میں ڈھالا گیا تھا، مگر اسکی چوٹیوں پر سے چمکا تھا۔ بالآخر وہ چمکا اور بلند ہوا۔ اور پھر اس زور و قوت سے اُن بیڑیوں پر گرا کہ "الحکم للہ العلی العظیم الکبیر!" کے ایک ہی ضربۂ بے امان و آہن پاش میں، اُن کے تمام آہنیں حلقے ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گر گئے، اور خدا کے بندوں کے پاؤں اُسکی طرف دوڑنے کے لیے آزاد ہو گئے!!

وقاتلوھم حتی لا تکون فتنۃ ویکون الدین کلہ للہ! (۲: ۱۸۹) "اور ظالموں سے مقابلہ کرو، یہاں تک کہ اللہ کی سرزمین ظلم و معصیت، اور ماسوائے اللہ پرستی کے فتنہ سے پاک ہو جائے، اور شریعت و حکم کا تمام تسلط صرف اللہ ہی کے لیے ہو جائے، کیوں کہ اس کے سوا دُنیا میں حکم و تسلط کسی کو سزاوار نہیں"، وکنتم علی شفا حفرۃ من النار، فانقذکم منھا، کذلک یبین اللہ لکم آیاتہ لعلکم تھتدون (۳: ۱۰۳) (۱)

(۱) یہ آیۂ کریمہ سورۂ عمران کے اس رکوع کی ہے، جس میں خدا تعالیٰ نے ظہور دعوت اسلامی و وجود رحمۃ للعالمین کو اپنا سب سے بڑا احسان و لطف قرار دیا ہے، اور اس نعمت کی قدر و منزلت کی طرف دنیا کو توجہ دلائی ہے۔ اسی سلسلے میں فرمایا کہ ظہور دعوت اسلامی سے پہلے تم لوگوں کی حالت شدۂ کفر و ضلالت اور اسر و غلامی سے ایسی تھی، گویا ایک آگ کے گڑھے پر کھڑے تھے، مگر اللہ نے حضرۃ رحمۃ للعالمین بھیج کر تمہیں اس ہلاکت سے بچا لیا۔ اور اسی طرح وہ تمہارے سامنے اپنی قدرت کی نشانیاں کھولتا ہے، تاکہ تم ہدایت پاؤ (منہ)

(۲)

اس کے بعد ہم نے موجودہ عہد جمہوریۃ والمنی پر نظر ڈالی اور اس کے نظام واساس کی جستجو و سراغ میں نکلے۔ ہم کو چند اصول بتلائے گئے۔ جن کی تاسیس کا فخر و ادعا موجودہ "عصر منور" کا بنیاد شرف اور اساس امتیاز ہے۔ لیکن ہم نے مڑ کر دیکھا تو تیرہ سو برس کے گذرے ہوئے "دور ظلمت" میں ایک ہاتھ نظر آیا، جو اسی مصباح فروزندہ حریت و جمہوریت ضیا و نورانیت سے تمام ظلمت کدۂ عالم کی تاریکی کا تنہا مقابلہ کر رہا تھا!

بالآخر وہ فتحیاب ہوا، ظلمت انسانی پر نور الٰہی نے نصرت پائی، اور وہی آفتاب ارشاد و ہدایت ہے، جس سے کسب انوار و تجلیات کر کے آج دنیا کے تمام گوشوں نے اپنے اپنے چراغ روشن کر لیے ہیں۔

یک چراغیست دریں خانہ، کہ از پرتو آں،
ہر کجا می نگری، انجمنے ساختہ اند!!

یا ایھا النبی انا ارسلناک شاھدا، ومبشرا، ونذیرا وداعیا الی اللہ باذنہ وسراجا منیرا! (۳۳: ۴۵)	"اے پیغمبر! ہم نے تم کو دنیا کے لیے گواہی دینے والا، سلطنت الٰہی کے قیام کا بشارت دہندہ، ظلم و عصیان کے نتائج سے ڈرانے والا، انسانوں کی غلامی سے بغاوت اور اللہ کی وفاداری کی

دعوت دینے والا، اور مختصر یہ کہ ہر طرح کی تاریکیوں کو مٹانے کے لیے ایک روشن اور منور چراغ بنا کر دنیا میں مبعوث فرمایا!"

وہ چراغ جو انسانی ہاتھوں سے بلند کیے گئے ہیں، بجھ سکتے ہیں، کیونکہ خود انسان کے چراغ حیات کو قرار نہیں۔ یہ جو "سراج منیر" اللہ کے مقتدر و غیر فانی ہاتھوں سے روشن ہوا ہے، اس کی نورانیت کے لیے کبھی اطفا و زوال نہیں ہو سکتا:-

اللہ نور السماوات والارض مثل نورہ کمشکوٰۃ فیھا مصباح (۲۴ : ۳۵)

اللہ ہی کی لازوال روشنی سے آسمان و زمین کی روشنی ہے۔ اس کے نور (ہدایت نبوت) کی مثال ایسی سمجھو، جیسے ایک (بلند و رفیع) طاق ہے، اور اس پر ایک منور و فروزندہ چراغ روشن ہے!!"

اللھم صل وسلم علیہ، وعلی آلہ الواصلین الیہ!

(۳)

مشہور (انقلاب فرانس) کے مصائب و شدائد کے بعد (جو یورپ میں حریت و جمہوریت کے مذبح کی سب سے بڑی اور آخری قربانی تھی) موجودہ حریت کا اصلی دور شروع ہوتا ہے، ہم نے بتلایا تھا کہ اس دور کے اساس اولیں پانچ دفعات ہیں جیسا کہ مشہور فرانسیسی مؤرخ حال CH. SEIGNOBOS: نے اپنی تاریخ انقلاب میں تصریح کی ہے:

(۱) استیصال حکم ذاتی۔ یعنی حق حکم و ارادہ اشخاص کی جگہ افراد کے ہاتھ میں رہے، شخص، ذات، اور خاندان کو تسلط و حکم میں کوئی دخل نہ ہو۔ اسی کے ذیل میں پریسیڈنٹ کا انتخاب بھی آگیا، جس کو اسلام

کی اصطلاح میں خلیفہ کہتے ہیں۔ اس کے انتخاب میں کسی حق خاندانی کو دخل نہیں۔ ملک انتخاب کرے اور اسی کو حق عزل ونصب ہو۔

(۲) مساوات عامہ، جسکی بہت سی قسمیں ہیں:

مساوات جنسی، مساوات خاندانی، مساوات مالی، مساوات قانونی، مساوات ملکی وشہری وغیرہ وغیرہ۔ اسی بناپر پریسیڈنٹ کو بھی عام باشندگان ملک پر کوئی تفوق وترجیح نہ ہو۔

(۳) خزانہ ملکی (بہ اصطلاح اسلام بیت المال) ملک کی ملکیت ہو۔ پریسیڈنٹ کو اسپر کوئی ذاتی حق تصرف نہ ہو۔

(۴) اصول حکومت "مشورہ" ہو، اور قوت حکم وارادہ افراد کی اکثریت کو ہو، نہ کہ ذات وشخص کو۔

(۵) حریت رائے وخیال اور مطبوعات (پریس) کی آزادی اسی کے تحت میں ہے۔

یہی اصول اساسی ہیں جنکو پروفیسر (واٹسن ریئی) نے انگلستان کے نظام حکومت کی مشہور وزیر درس کیمبرج تاریخ میں بیان کیا ہے۔

لیکن جمہوری نظام حکومت کے یہ اصلی عناصر نہیں ہیں۔ اگر ان کی تحلیل وتفرید کی جائے، تو بہت سے مرکبات الگ ہو جائیں گے، اور آخر میں صرف ایک ہی عنصر بسیط باقی رہے گا جو دفعہ (۱) میں بیان کیا گیا ہے یعنی:

"قوت حکم وارادہ اشخاص و ذوات کے ہاتھ میں نہ ہو۔ بلکہ جماعت وافراد کے قبضہ وتسلط میں"

مختصر لفظوں میں اسکی تعبیر اس جملہ میں ہوسکتی ہے کہ "نفی حکم ذاتی و مطلق"
باقی چار دفعات میں جو امور بیان کیے گئے ہیں، وہ سب کے سب اُسی کے
ذیل میں آجاتے ہیں۔ مساوات حقوق مالی و قانونی، اساس مشورہ و انتخاب، عدم
اختیار تصرف خزانۂ ملکی، حریت آراء و مطبوعات وغیرہ وغیرہ، سب "نفی حکم ذاتی
و مطلق" ہی کی تفسیریں ہیں۔ (لها بقية صالحة)

الحريۃ فی الاسلام
نظام حکومت اسلامیہ

وامرهم شورى بينهم (۴۲:۳۶)

(۵)

توطیہ مباحث آتیہ

اور مباحث گذشتہ پر ایک اجمالی نظر

بقیۂ مقالۂ سابقہ

(۴)

موجودہ جمہوریت و حریت کا پہلا سال ۱۷۸۹ء سمجھا جاتا ہے جبکہ
۱۴ - جولائی سے (انقلاب فرانس) کی تحریک کا آغاز ہوا اور رجال انقلاب نے
مشہور قلعہ (باسٹیل) پر قبضہ کرلیا۔

یہ زمانہ اگرچہ انسانی جذبات کی شورش و طوائف الملوکی کا ایک
ہیجانی دور تھا اور ایک عہد کے اختتام کے بعد اور دوسرے کے آغاز سے پہلے
ایسا ہونا ضروری ہے، تاہم ایک جمعیتہ وطنیہ موجود تھی جو اسوقت تمام اعمال و

دامورِ انقلاب کی حکومت اپنے ہاتھوں میں رکھتی تھی، اور یہ برابر قائم رہی تا آنکہ ۱۷۹۱ء میں اُس نے پہلے دستور کا اعلان عام کیا۔

یہ جمعیتہ انقلاب سے پہلے ۱۷۔ جون ۱۷۸۹ء۔ کو قائم ہوئی تھی اور تمام دورِ انقلاب اسی کے زیرِ حکومت رہا۔

(واقعہ باسٹیل) کے بعد ۴۔ اگست کی شب کو جمعیتہ نے اپنا مشہور "منشورِ انقلاب" شائع کیا تھا جس نے تاریخ میں اولین "فرمانِ حریتہ" کے لقب سے جگہ پائی ہے۔ اس میں انقلاب کی تکمیل کا اعلان تھا اور دنیا کو بشارت دی گئی تھی کہ وہ شاہدِ حریتہ، جو اپنی رونمائی میں انسانی خون اور لاش کی پہلی قربانی قبول کر چکی ہے، اب وقت آگیا ہے کہ برقعہ اُلٹ دے اور دنیا کے سامنے اپنا نظارہ امنِ عام کر دے!

اس منشور میں سب سے پہلے نظامِ حکومت قدیمہ کی بعض خصوصیات بتلائی تھیں، پھر مقصدِ انقلاب کی تصریح کی تھی، آخر میں اعلانِ عام تھا کہ پچھلے عہد کے تمام اعمال و آثار آیندہ کیلیے کالعدم قرار دیے جاتے ہیں۔

اس منشور میں لکھا تھا کہ قدیم نظامِ حکومت کا سب سے بڑا عذاب انسانیت پر یہ تھا کہ بادشاہ کا تسلط جزو کل پر حاوی تھا۔ اور اسکو "رئیس مطلق" کی حیثیت بغیر کسی مراقبہ و مسئولیت کے حاصل تھی۔

پھر اُس کے بعد آیندہ حالت کی الفاظ ذیل میں تصریح کی تھی:

"جمعیتہ وطنیہ نے جو کچھ کیا ہے، اسکا ماحصل یہ ہے کہ اُس نے حکومت مطلقہ سے بادشاہ کو محروم کر دیا، وہ ملک و اُمت کو اسکا مستحق قرار دیتی ہے۔

آج کے دن سے حکومتِ مطلقہ منہدم ہوگئی، اور اہل وطن میں باہم امتیاز و فضیلت کا دور ختم ہوگیا۔ اب ملک بادشاہ ہے، اور وطنیۃ عدم مساوات سے آزاد ہے!

جمعیۃ وطنیہ گزشتہ زمانے کے ان تمام آثار و اعمال کو کالعدم قرار دیتی ہے جنکی وجہ سے حریت، مساوات اور حقوق عامہ کو ایک ادنےٰ سا بھی ضرر پہنچنے کا بھی احتمال ہے۔

اب نہ ارباب عز و دولت کے لیے کوئی امتیاز باقی رہا، نہ زمینداروں کے لیے حق فضیلت و استیلا۔ وراثت سے کوئی حق پیدا نہیں ہوتا اور نہ طبقات و مدارج کا اختلاف کوئی شئے ہے۔ تمام القاب و خطابات جو کل تک لوگوں کو حاصل تھے، آج کے دن سے یقین کرلیا جائے کہ بالکل بیکار و کالعدم ہوگئے ہیں۔

محض وراثت کی بنا پر کسیکو حکومت سے کوئی وظیفہ نہیں ملسکتا۔ کسی جماعت کو یا کسی فرد واحد کو ایک ادنےٰ سا بھی امتیاز ان قوانین عامہ سے بری ہونے کا نہیں جو ہر فرانسیسی پر نافذ ہوں گے،،

(۵)

مبادی حریت

لیکن اب تک نظام حکومت کا کوئی قانون مرتب نہیں ہوا تھا۔ ایک مجلس تشریح (واضع قوانین) قائم کی گئی تھی، تاکہ فرانس کا دستور مرتب کرے۔ اس مجلس نے وضع قوانین سے بطور مبادی دستور، حریت کے چند دفعات مرتب لیں، اور انھیں کو تمام نظامات و قوانین کا اساس و اصل الاصول قرار دیا۔

یہ مبادی حریت ایک اعلان کی صورت میں قلمبند کیے گئے تھے اور اور ۱۷۷۹ء میں چھپکر جمعیۃ کیپٹر نس سے شایع ہوئے تھے۔

حقوق انسانی کا یورپ میں اعلان

اِن مبادیات کا خلاصہ یہ تھا:

"انسان آزاد پیدا ہوتا ہے اور آزادی ہی کے لیے زندہ رہتا ہے۔ تمام انسان بہ لحاظ حقوق مساوی ہیں۔

حقوق طبیعی چار ہیں: حریت، تملک، امن، مقاومة۔

(حریت) کے معنے یہ ہیں کہ انسان کو قدرت حاصل ہو کہ ہر اُس کام کو کر سکے، جسے بغیر کسی دوسرے کو نقصان پہنچائے وہ کر سکتا ہے۔

(تملک) سے مقصود اپنی ملکیت صحیح و قانونی کے قبض و تصرف کے کامل حق کا ملنا ہے۔ یعنے ہر شخص اپنی املاک کا مالک ہو اور کوئی اس سے چھین نہ سکے۔

(امن) سے مقصود یہ ہے کہ ہر شخص اپنی جگہ پر محفوظ و بے خطر ہو اور صرف قانون کی برخلاف ورزی ہی کی ایک صورت ایسی ہو، جو اس کے امن میں خلل ڈال سکے۔

(مقاومة) سے مقصود جور و ظلم اور حملہ و اقدام مجرمانہ کی مقاومت ہے۔ یعنے ہر شخص اپنی حفاظت کے وسائل اختیار کرنے کی قدرت رکھتا ہو، ظلم و جور کے خلاف احتجاج (پروٹسٹ) کر سکے۔

قانون ارادۂ عامہ کا مظہر ہے۔ پس ہر وطنی کو حق ہو کہ وہ ذاتی طور پر یا بہ توسط وکلا مجلس اعلیٰ (سینٹ) میں شرکت کر سکے۔

ہر وطنی بلحاظ وطنی ہونے کے یکساں حکم سے موثر ہو۔ اس بنا پر شخص کے لیے ممکن ہو کہ وہ بڑے سے بڑے عہدے کو اور اعلیٰ سے اعلیٰ وظیفہ کو حسب اقتدار و اہلیت حاصل کر سکے۔

کسی انسان کے لیے کسی حالت میں جائز نہ ہو کہ وہ کسی انسان کو قید کر سکے یا اور کوئی ایسا ہی سلوک کر سکے۔ الا انہی صورتوں میں، جو قانون مقرر کر دی ہوں، اور اسی طریقہ پر جو اس نے قرار دیا ہو۔ کسی شخص کے لیے جائز نہیں کہ وہ کسی دوسرے کو اپنی رائے کے اظہار سے روکے، اگرچہ وہ دینی ہو اور عام اعتقادات دینیہ کے مخالف۔ البتہ اس صورت میں اس کا اظہار روکا جا سکتا ہے جبکہ وہ قانون کے لحاظ سے امن عامہ کے لیے مضر ہو۔

ہر وطنی کو پورا حق حاصل ہے کہ اپنی رائے و فکر کے مطابق گفتگو کرے اور لکھے پڑھے، یا چھاپ کر شائع کرے۔

اسی طرح ہر وطنی کو حق توزیع و اشاعت حاصل ہے۔

"حق تملک" ایک مقدس حق ہے۔ کسی شخص کی طاقت نہیں کہ کسی کی ملکیت اس سے چھین سکے۔ البتہ مصالح عامہ سب مقدم ہیں۔ لیکن اس کے لیے بھی جب تک قانونی صورت نہ ہو، کوئی شخص اپنی ملکیت سے دستبردار ہونے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔

موجودہ تحریک انقلاب کے مبادی مقاصد میں سے ہے کہ "حق حکم و تسلط" اشخاص کو نہیں بلکہ امت اور ملک کو حاصل ہو۔ جمیع ابنائے وطن اپنے تمام حقوق میں مساوی ہو جائیں، حریت سے متمتع ہوں اور

ہر طرح مامون و مصئون رہیں۔ پس اُمت فرانس کا شعار وطنی حریت، مساوات، اور اخوت قرار پایا ہے۔"

یہ ایک حقیقت ہے کہ یورپ کی موجودہ جمہوریت کا مبدء سعادت مجلس تشریع فرانس کا یہی اعلان تھا۔ تاریخ نے اسے "اعلان حقوق الانسان" کے لقب محترم سے محفوظ رکھا ہے اور ہمیشہ محفوظ رکھے گی۔

(۶)

ہم نے اس حصۂ بیان کو اس لیے کسی قدر طول دیا، تاکہ انقلاب فرانس کی انتہائی صد حریت و جمہوریت سامنے آجائے۔ نیز اندازہ کیا جاسکے کہ یورپ کی موجودہ جمہوریت کے خلاصۂ امور و مبادی نظام و اساس کیا کیا ہیں؟

یہ انقلاب فرانس کے تلاش حریت و مساوات اور جستجوئے حقوق انسانی کی انتہائی سرحد تھی۔ یہی مبادی حریت ہیں جن کو انسانی آزادی کے سب سے آخری سوال کے جواب میں آج یورپ بتلا سکتا ہے۔

اس اعلان مبادی حریت میں بھی دراصل وہی ایک اصل اصول حریت اُسکی ہر دفعہ کے اندر موجود ہے، جس کی طرف گذشتہ نمبر میں ہم اشارہ کر چکے ہیں۔ تمام دفعات کا اگر خلاصہ ایک جملہ میں کرنا چاہیں تو صرف یہی ہو گا "السلطۃ للامۃ" یعنی حق حکم و تسلط صرف امت ہی کے لیے ہے۔

چنانچہ اسکے بعد یہی اصول فرانس کی تمام دستوری اور جمہوری جماعات کے پیش نظر رہا۔ انقلاب سے پہلے فرانس میں پارلیمنٹری حکومت موجود تھی لیکن شاہی حقوق و تسلط اور کلیسا کا عالمگیر استبداد اس درجہ قوی تھا کہ دراصل

ایک شخصی تخت شاہنشاہی حکومت مقیدہ کے نام سے حکمرانی کر رہا تھا۔

انقلاب کے بعد رجال انقلاب میں تفریق ہو گئی۔ ایک گروہ ملوکی مگر دستوری و مقید حکومت قائم کرنا چاہتا تھا۔ گروہ غالب یہی تھا اور اس کے سامنے انگلستان کے دستور کا نمونہ تھا۔ دوسرا گروہ خالص جمہوری حکومت کا نظام بنانا تھا۔ یہ جماعت اگرچہ قلیل تھی مگر عوام اور کاشتکاروں پر اس کا اثر حاوی تھا۔ ۱۰ اگست ۱۷۹۲ء کو اس جماعت نے پیرس کے دیہاتیوں سے شورش کرا کے مجلس کو مجبور کیا کہ وہ ایک ایسے نئے دستور کا اعلان کر دے جو بادشاہ کے وجود سے بالکل مستغنی ہو۔

اس غرض سے ایک نئی مجلس کا انتخاب ہوا۔ نتیجۂ مجلس نے ایک سب کمیٹی قائم کی جس کے اکثر اعضاء، مشہور انقلابی مصنف جان روسو (۱) Rousseau کے شاگرد تھے۔ انھوں نے اسی اصل اصول کو تمام نظام و قوانین کا محور قرار دیا کہ "السلطنۃ للشعب وحدہٗ" حکم و تسلط صرف قوم ہی کے لیے ہے۔ اور ایک نیا نظام مرتب کیا جو بلکیہ (شاہی شرکت)

(۱) جان جاک روسو مشہور فرانسیسی مصنف اور انقلاب فرانس کے محرکین اول میں سے ہے۔ ۱۷۵۶ء میں اس نے اپنے افکار سیاسیہ ایک کتاب کی صورت میں شایع کیے۔ اس میں ہر طرح کے استبداد دینی و ملوکی کو ظلم اور معصیت بتلایا تھا اور جمہوری حکومت کی اہل فرانس کو ترغیب دی تھی۔ جمہوری حکومت کے اس نے متعدد نظام درست کیے تھے، اور سب کا اولین اصول قوم کے تمام طبقات و جماعات میں مساوات قرار دیا تھا۔ ۱۷۱۲ء میں پیدا ہوا اور ۱۷۶۶ء میں بہ عالم دیوانگی وفات پائی۔ نغمات موسیقیہ کو بصورت ارقام و خطوط مدون کرنے کا وہی موجد ہے۔

سے بالکل خالی تھا۔ یہ نظام تاریخ انقلاب میں "دستور سنہ ۱۷۹۳ء" کے لقب سے مشہور ہے۔

لیکن دوسرے سال یہ دستور بھی نہ رہا۔ یہ دور انقلاب درحقیقت انسانی جذبات کی شورش، اذہان کی طوائف الملوکی، اور طبیعت انسانی کے مطالبات مفرطہ کا ایک ہیجانی دور تھا۔ فرانسیسی قوم جو مدت سے معطل تھی، سوچ سکتی تھی مگر کچھ کر نہیں سکتی تھی۔ لوگوں کی مثال (بقول وکٹر ہیوگو victor Hugo) "بالکل اُن قیدیوں کی سی ہو گئی تھی، جو مدۃ العمر قید خانے میں رہ کر آزاد ہوئے ہوں اور جیل کے احاطے سے نکلکر جب آسمان کی کھلی فضا کے نیچے پہنچیں تو حیران ہو کر رہجائیں کہ اب انھیں کیا کرنا چاہیے؟"

یہ حالت قدرتی ہے اور ہمیشہ ایک دور کے اختیار اور دوسرے کے آغاز کا درمیانی حصہ دنیا نے ایسی ہی حالتوں میں کاٹا ہے۔ فرانس بھی اسمیں مبتلا تھا۔ دستور مرتب ہوتے تھے اور پھر نئے دستور کا مطالبہ کیا جاتا تھا حکومتیں تعمیر کی جاتی تھیں اور پھر ڈھائی جاتی تھیں۔ سنہ ۱۷۹۵ء میں نئے دستور کا اعلان ہوا اور سنہ ۱۷۹۹ء تک قائم رہا۔ اسی اثناء میں فرانس اور یورپ میں جنگ شروع ہو گئی جسکی بنا و محرکہ دراصل فرانس کا انقلاب حکومت ہی تھا۔ اس بیرونی مصروفیت سے اندرونی نزاعات کی قوت معاً گھٹ گئی۔ یہاں تک کہ حالات نے ایک دوسرے انقلاب کا صفحہ اُلٹا اور ملوکیت جو فرانس سے چلی گئی تھی، پھر دوبارہ بُلائی گئی۔

اب تک سررشتہ حکومت ڈائرکٹروں کی ایک جماعت کے ہاتھ میں

تھا اور مختلف اداری و تشریعی اور نیابتی و انتخابی مجالس بھی قائم تھیں۔ اب انھوں نے دیکھا کہ زیادہ عرصے تک حکومت اپنے قبضے میں نہ رکھ سکیں گے۔ وضع ملکی کو جیسے بنے کسی طرح جنگی مہلت سے فائدہ اٹھا کر بدل دینا چاہیے۔ اسی سیاست کا نتیجہ وہ انقلاب ثانی تھا، جو ۱۰۔ نومبر ۱۷۹۹ء کو وقوع میں آیا، اور مشہور فاتح یورپ (نپولین بونا پارٹ) کی اعانت سے پانچ سو نائبین ملک کی مجلس فوجی قوت سے توڑ دی گئی، اور اس طرح عہد (کرامویل) کی تاریخ انگلستان کا پھر اعادہ ہوا، جس نے شخصیت کو شکست دے کر، پھر خود اپنی شخصیت سے ملک کی جمہوریت کو شکست دی تھی!

اب ایک نئی مجلس اس غرض سے منتخب کی گئی کہ نئے نظام و دستور کو مرتب کرے۔ چنانچہ آٹھویں سال انقلاب کا دستور شائع کیا گیا۔ یہ دستور فی الحقیقت (بونا پارٹ) کا گھڑا ہوا ایک کھلونا تھا، جو فرانس کو بہلائے رکھنے کے لیے بنایا گیا تھا۔ بظاہر ایک جمہوریت قائم کی گئی جس میں دستور جمہوری کے تمام اعضاء و جوارح موجود تھے، مگر دماغ کی ایک جگہ قنصل کا عہدہ قائم کیا گیا جو بیس برس کے لیے نامزد کیا جائے گا اور جو جمہوریت کی طرف سے فرانس پر حکومت کرے گا۔ تمام عمال کا تعین، تمام فوج کی قیادت، صلح و جنگ کا اختیار، تمام اداری و تنفیذی قوائے سررشتہ آخری، اسکے سپرد کر دیا گیا۔ اسکی معاونت کے لیے دو نائب بھی رکھے گئے مگر فی الحقیقت وہ اپنے تمام کاموں میں ایک خود مختار حکمران اور شہنشاہ مطلق تھا۔

اس جمہوری شہنشاہی کے تخت پر (نپولین بونا پارٹ)

متمکن ہوا۔

(۷)

یہ سب کچھ ہوا لیکن انقلاب، فرانس اپنا پورا کام کر چکا تھا۔ فرانس پر یہ دور بھی گذر گیا۔ اس کے بعد ملوکیۃ مطلق العنانی کا ایک نیا دور شروع ہوا۔ تمام یورپ میں نظام مقیدہ کی حکومت داخل ہوئی۔ فرانس میں بھی انگریزی نظام دستوری قائم کیا گیا۔ با ایں ہمہ آخر میں فتح جمہوریت ہی کو ہوئی اور وہی انقلاب فرانس کا قائم کردہ اصل اصول بغیر کسی تغیر کے تمام قوانین کا بنیاد قرار پایا کہ "السلطۃ للشعب وحدہ!"

یورپ کے دیگر حصص میں اگرچہ اس انقلاب کا اثر ملوکیۂ مقیدہ سے آگے نہ بڑھا، مگر فی الحقیقت ہر دستور و نظام حکومت میں بصور مختلفہ یہی اصل الاصول کام کر رہا ہے۔

(تنبیہ)

اس مضمون میں جا بجا حکومت مقیدہ، ملوکیہ، دستوری، وغیرہ کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔ حکومت "مقیدہ" سے مقصود وہ نظام حکومت ہے جس میں گو بادشاہ کے حقوق و تسلط حکم کو برقرار رکھا گیا ہو، لیکن قانون و آئین کی پابندی کے ساتھ حکومت کی جائے "ملوکیۂ مقیدہ" سے بھی وہی مقصود ہے۔ "دستوری" سے مقصود پارلیمنٹری حکومت ہے۔ جس میں بادشاہ قانون و جماعت کے ماتحت ہو، اور یہ "نظام انگریزی" کے لقب سے مشہور ہے۔ صرف "ملکیہ" سے مراد حکم مطلق یا شخصی حکومت ہے "جمہوری" نظام حکومت بادشاہ کے

ما تکل خالی ہوتا ہے۔ حاکمیت صرف ملک کی اکثریت کرتی ہے اور نظم اداری کے لیے ایک شخص باسم صدر منتخب کر لیا جاتا ہے۔ یہی طرز حکومت آجکل امریکہ اور فرانس اور بعض چھوٹی چھوٹی جماعتوں کا ہے۔

آجکل کی اصطلاح کے مطابق اسلام ملکیۃ مقیدہ یا نظام دستوری انگلستان کے مطابق حکومت قرار نہیں دیتا جیسا کہ غلطی سے بعض لوگ سمجھتے ہیں، بلکہ اسکا نظام خالص جمہوری اور شائبہ تشخص و ملکیہ سے کلیۃً پاک ہے۔ کما سیأتی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

الحریۃ والاسلام
نظام حکومت اسلامیہ

وامرھم شوریٰ بینھم (۴۲:۳۶)

(۶)

توطیہ مباحث آتیہ

اور مباحث گذشتہ پر ایک اجمالی نظر

---

(۱)

"انقلاب فرانس" یورپ کی موجودہ جمہوریت و حریت کا سرچشمہ تسلیم کیا جاتا ہے۔ ہم نے مختصر طور پر اس کے اعلانات و اساسات کی تشریح کی تاکہ آئندہ مباحث کے سمجھنے میں آسانی ہو۔ گذشتہ نمبر میں فرانس کا جو "منشور حریت" نقل کیا ہے اور جس میں مبادی حریت و مساوات

بیان کیے گئے ہیں، اس سے اگر تشریح قوانین و تکرار مقاصد و اعادہ مطالب کو الگ کر دیا جائے تو اصل اصول نظام جمہوریت کے وہی چند دفعات رہ جاتے ہیں جنکو اس مضمون کی اولین قسط میں ہم نے بیان کیا تھا (اور پھر ابھی تھوڑا ہی عرصہ گذرا ہے کہ مکرر دہرا چکے ہیں۔ جنسے بہ صورت تقسیم مراد، منع حکم ذاتی مساوات، بذریعہ انتخاب رئیس، اور اصول شوریٰ، یہی چار دفعات اصل اصول قرار دیے جاسکتے ہیں۔ اگر ان عناصر مرکبہ کی بھی تفریق کیجائے تو پھر صرف ایک ہی اصل الاصول آخر میں باقی رہجائے گا یعنی "منع حکم مطلق و ذاتی" یا "ومن السلطۃ للشعب وحدہٗ"؛ حق تسلط صرف قوم ہی کو حاصل ہے۔

احکام اسلامیہ و نظام خلافت راشدہ

انھیں دفعات اربعہ نظام جمہوریہ کو پیش نظر رکھ کر ہم نے احکام اسلامیہ و اعمال مسلمین اولین کا تفحص کیا تھا، اور ایک ایک دفعہ پر ترتیب وار بحث کی تھی۔ گو بحث اجمالی، اور نظر سرسری تھی، تاہم حسب ذیل نتائج تک پہنچنے میں ضرور رہنمائی ہوگی:

(۱) اسلام ہر قسم کے ذاتی و شخصی تسلط کی نفی مطلق کرتا ہے۔ اس نے روز اول ہی سے جو نظام حکومت قائم کیا، وہ خالص جمہوری اور شائبۂ شخصیت سے پاک تھا۔ تصریحات کلام اللہ اور سنت مسلمین اولین سے بغیر کسی توجیہ و تاویل کے ثابت ہوتا ہے کہ "حکومت جمہور کی ملک ہے۔ ذات اور خاندان کو اس میں دخل نہیں"، یہی اصول خلاصۂ نظام جمہوریۂ حاضرہ ہے۔

(۲) نفی حکم ذاتی کا پہلا نتیجہ مساوات عمومی افراد بشر ہے۔ یعنے خاندانی، ملکی، قومی، اور مالی امتیازات کوئی شے نہیں۔ اسلام نے پہلے ہی دن اعلان کر دیا:
"لیس لاحد علی احد فضل، الا بالدین وتقوی"، کسی ایک انسان کو دوسرے انسان پر کوئی فضیلت نہیں ہو سکتی، الا اسکی دینی فضیلت اور حسن عمل۔

(۳) نظام جمہوریہ کا تیسرا رکن رئیس جمہوریہ، اور اسکا تقرر بذریعۂ انتخاب ہے۔ رئیس جمہوریہ کو اسلام خلیفہ کہتا ہے اور "اجماع" سے مقصود قوۃ اکثریۂ انتخاب ہے۔

(۴) اسی ضمن میں تکمیل جمہوریۂ صحیحہ کے لیے ضرور تھا کہ خود "رئیس جمہوریہ" کو عام افراد ملک کے مقابلے میں کوئی امتیاز خاص حاصل نہ ہو۔ مساوات حقیقی کے یہ معنی ہیں کہ جس شخص کو رئیس جمہوریہ منتخب کیا گیا ہے، وہ اپنے تمام حقوق قانون و مال میں بھی مثل ایک عام باشندہ شہر کے نظر آئے۔ پس اس حیثیت سے بھی تفصیلی نظر ڈالی گئی تو اسلام کا خلیفہ اس شان میں سامنے آیا کہ پھٹی ہوئی چادر اور دو وقت کی غذا کے سوا اس کے پاس کچھ نہ تھا!

(۴)

ان مباحث کے ضمن میں ہم پر اس سے بھی زیادہ خصائص الٰہیہ اسلامیہ کا انکشاف ہوا۔ ہم نے صرف یہی نہیں دیکھا کہ جو کچھ آج جمہوریہ و حریتہ، اور مساوات و آئین کے نام سے دکھلایا جا رہا ہے، وہ سب کچھ اسلام کے پاس موجود ہے، بلکہ یہ بھی نظر آیا کہ موجودہ عصر تمدن کے یہ تمام مناظر فریب ابتک اس حقیقت اعلیٰ ذاتیت سے خالی ہیں، جس کو تیرہ سو برس

پہلے وہ ظاہر کر چکا ہے۔

(یورپ کی ناکامیاب جستجوئے مقصد)
(اور انقلاب فرانس کی ناکامی)

حریت صحیحہ اور اسلام کے تعلق پر بحث کرتے ہوئے دو پہلو پیدا ہو جاتے ہیں۔ ایک پہلو بحث کا یہ ہے کہ آج یورپ کے بازار حریت میں بہتر سے بہتر جو متاع دکھلائی جا سکتی ہے، وہ ہمارے امانت خانوں میں تیرہ سو برس سے موجود ہے۔

دوسرا حصہ وہ ہے جہاں نظر آتا ہے کہ صرف وہ متاع ناقص ہی نہیں، بلکہ اس سے بھی اعلیٰ و اشرف اشیا ہمارے پاس موجود ہیں۔

ہم گزشتہ مباحث میں اس دوسرے حصۂ بحث پر بھی کہیں کہیں نظر ڈالی ہے اور اسکا خلاصہ حسب ذیل ہے:

(۱) اسلام نے اپنے نظام حکومت سے بکلی بادشاہ کے وجود کو خارج کر دیا اور ایک کامل جمہوریت قائم کی جسمیں صرف ایک پریسیڈنٹ باسم خلیفہ رکھا گیا ہے۔ برخلاف اس کے یورپ میں جمہوریت کی تحریک اب تک پوری طرح کامیاب نہ ہو سکی۔

اسکا بڑا حصہ اب تک تاج و تخت و فرمانروائی کے آگے عاجزی کرنے پر مجبور ہے۔ امریکہ اور فرانس، صرف یہی دو بڑی جمہوریتیں انقلاب فرانس کا کامیاب نتیجہ ہیں۔ ان کے علاوہ چند چھوٹی چھوٹی جمہوریتیں

ہیں مگر ان کا شمار بڑے بڑے ملکوں میں نہیں۔

(۲) انقلاب کی اصلی روح مساوات ہے۔ اور صرف شاہی اقتدار و تسلط کے روک دینے ہی سے جمہوریتِ صحیحہ قائم نہیں ہو سکتی۔ تاوقتیکہ نوعِ بشر میں مساواتِ حقیقی قائم نہ ہو۔ اس بنا پر گو فرانس کے انقلاب نے شاہی اقتدار کی مطلق العنانی سے دنیا کو نجات دلا دی، تاہم وہ "مساواتِ حقیقی" کے قیام میں کامیاب نہ ہو سکا۔ مختلف درجات و طبقاتِ امت کا اختلاف بدستور باقی ہے۔ دولت کے اقتدار کی لعنت سے ابتک دنیا نے نجات نہیں پائی، اور تمیزادنیٰ و اعلےٰ کے عذابِ الیم کی زنجیر اب تک اس کے پاؤں میں پڑی ہے۔

(۳) یہ کیا ہے کہ اب تک بادشاہ ہے جو ملکی خزانے سے کروڑوں روپیہ لیتا اور باوجود ایک عام باشندۂ شہر ہونے کے عام باشندوں سے ارفع و اعلیٰ رہتا ہے؟

اب تک وہ عظمت و جبروت کے اس عرشِ مقدس پر متمکن ہے، جہاں تک زمین کے عام باشندوں کی رسائی نہیں؟

شاہ انگلستان ستر لاکھ پچاس ہزار روپیہ ہر سال تن تنہا اوپر صرف کرتا ہے اور جرمنی کا حکمراں نوے لاکھ۔ پھر کیا با ایں ہمہ یورپ کو مساواتِ انسانی کے ادعا کا حق حاصل ہے۔

اسکی آبادی ابتک اُن امیروں کے ایوانوں سے ڈھکی ہوئی ہے جو چاندی سونے کے گھنڈ میں اپنے ہم جنسوں کے ساتھ سب کچھ کر سکتے

ہیں۔ پھر وہ مساوات کہاں ہے جس کے فرشتے نے تمام اکناف یورپ کو اپنے پروں میں چھپا لیا ہے؟

لیکن اسلام نے روز اول ہی سے مساوات کی حقیقی تصویر دنیا کو دکھلا دی۔ اسکا اولین قدوس بادشاہ جسطرح زندگی بسر کرتا تھا تم پڑھ چکے ہو اس کے خلفا نے صاف کہہ دیا کہ "حلتان وقوتی وقوة اهلی" یعنی مجھ کو صرف دو جوڑے کپڑے کے اور اپنی اور اپنے اہل وعیال کی مایحتاج غذا چاہیے اور بس۔

حضرت ختم المرسلین نے قبیلہ مخزوم کی ایک عورت کی نسبت روسائے قریش سے، حضرت (ابوبکر) نے اپنی خلافت کی اولین مجلس میں، حضرت (معاذ) نے سردار رومی کے آگے، (مغیرہ بن شعبہ) نے ایرانی سپہ سالار کے سامنے اور واقعہ اجنادین میں رومی سپہ سالار کے آگے اس کے مخبر نے، جو تقریریں کی تھیں، انکو تمام گذشتہ نمبروں میں پڑھو، اور پھر مساوات یورپ کا مساوات اسلامی سے مقابلہ کرو!

(۲) لیکن مساوات کے بھی تین درجے، اور اسکی مختلف قسمیں ہیں

یہ سچ ہے کہ انقلاب فرانس نے اپنے اعلان حریت میں تمام ابناء وطن کو مساوی قرار دیا لیکن کیا تمام ابناء آدم کو بھی درجہ وحقوق میں مساوی قرار دے سکا؟ وہ عدم مساوات جو ایک محدود رقبۂ زمین میں ہو، زیادہ مستحق نفرین ہے، یا وہ، جو تمام دنیا اور تمام دنیا کی تمام قوموں میں پھیلا ہوا ہو؟ اگر تم ایک سرزمین کے رہنے والوں کو ایک درجے میں رکھنا چاہتے ہو تو دنیا کے دکھ کا اصلی علاج تو نہ ہوا۔ دنیا اس مساوات کیلئے تشنۂ لب ہے جو ابنائے وطن کی طرح مختلف وطنوں اور قوموں کا امتیاز بھی مٹا دے

اور اسود و ابیض، مغرب و مشرق، متمدن و غیر متمدن، غرضکہ خدا کے تمام بندوں کو ایک درجے میں لاکر کھڑا کردے۔ تم ابھی ابھی انقلاب فرانس کی سرگذشت سے فارغ ہوئے ہو، تم نے وہ اعلان حریت پڑھا ہے، جسکو تاریخ عظمت کے ساتھ اپنے سینے سے لگائے رکھتی ہے، لیکن کیا اسمیں اول سے لیکر آخر تک کسی جگہ بھی اس مساوات کا ذکر ہے جو کسی خاص سرزمین کو نہیں بلکہ تمام عالم کو اپنا پیغام نجات سناتا ہو؟ اسکی ہر دفعہ کو مکرر سہ کرر پڑھ لو۔ تم ہر جگہ "وطن" ہی کا نام پاؤ گے، اور انقلاب فرانس کا بلند سے بلند مساوات کا تخیل اس سے زیادہ نہ ہوگا کہ "فرانس" کا ہر باشندہ ایک دوسرے کے برابر ہو جائے۔

لیکن خدا کی زمین صرف فرانس اور یورپ ہی کی اقوام سے آباد نہیں ہے۔ اپنے اس زخم کے لیے کہاں مرہم ڈھونڈھتے، جس نے ایک قوم اور وطن کو دوسری قوم اور وطن پر ترجیح دیدی ہے؟

یورپ سے اسکو تسکین نہیں ملسکتی، لیکن اسلام کا ہاتھ اسکو مرہم بخش سکتا ہے۔ اس نے صرف اپنے وطن اور سرزمین ہی کو مساوات عامہ کا مستحق نہیں سمجھا، بلکہ اسکا اعلان ایک عالمگیر مساوات کا فرمان تھا۔ جسکے اس نے کہا کہ۔

يا ايها الناس انا خلقناكم من ذكر وانثى وجعلناكم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اكرمكم عند الله

"لوگو! ہم نے تم کو مرد اور عورت سے پیدا کیا [illegible] اور تمہارے قومیں اور قبیلے بنائے تاکہ تم [illegible] لیکن اس اعتبار [illegible]

اتقاکم ۔! (۴۹ : ۱۳) قوم ونسل سے کوئی امتیاز و شرف حاصل نہیں
ہوسکتا، کیونکہ اس سے مقصود صرف یہ ہے کہ تم باہم ایک دوسرے سے شناخت
کیے جاؤ۔ ورنہ تم میں سب سے زیادہ اللہ کے آگے افضل وہی ہے جو سب سے
زیادہ متقی اور نیک اعمال ہے!،،

تو اسکا اعلان مساوات صرف مکہ اور حجاز ہی کیلیے نہ تھا بلکہ تمام عالم
کے لیے تھا!!

اسلام صرف وطن ہی کی محبت لیکر نہیں آیا۔ اُس کے پاس تمام
عالم کے عشق کا پیغام ہے۔ اس نے جو کچھ کیا تمام عالم کے لیے کیا، اور صرف وہی
تھا جو یہ کر سکا: وما ارسلناک الا کافۃ للناس بشیرا ونذیرا (۳۴: ۲۸) دنیا کا
خدا "رب العالمین" تھا، جسکی ربوبیت عامہ میں کوئی خصوصیت وطن و مقام نہیں
پس اسکا پیغام امن ونجات بھی "رحمۃ للعالمین،، ہوکر آیا کہ: وما ارسلناک
الا رحمۃ للعالمین (۲۱: ۱۰۷)

(۴) اگر یورپ مساوات انسانی کے اصلی راز کو پالیتا تو اشتراکیت
(سوشیالزم) کی بنیاد نہ پڑتی۔ اُمرا کے اقتدار، دولت کی ظالمانہ تقسیم، طبقات
عامہ کی تذلیل و تحقیر، ارباب اقتدار کا استبداد، جماعات و افراد کا قانونی امتیاز،
یہ اور اسی طرح کے اسباب ہیں، جنکی وجہ سے اشتراکیت کی بنیاد پڑی اور روز
بروز بڑھتی جاتی ہے۔ یورپ کے ادعاء مساوات کی سماعت کرتے ہوئے کوئی
وجہ نہیں کہ ہم اشتراکیت کی شہادت سے کان بند کرلیں۔ ابھی لوگوں نے دو سال
پیشتر کا وہ موقعہ بھلایا نہ ہوگا جب مسٹر (لائڈ جارج) نے اُمرا انگلستان کے

ٹیکس سے بری ہونے کے خلاف سعی کی تھی اور اسکی وجہ سے طبقۂ خواص میں ایک سخت جوش پھیل گیا تھا۔

(رجوع بہ مباحث بقیہ)

پس ان مباحث کے بعد اب ہمارے لیے صرف دو منزلیں اور باقی رہ گئی ہیں:

(۱) حکم "مشورہ" اور "اصول شورائے اسلامیہ"۔ اس کے ضمن میں ان آیات کریمہ پر ایک مفسرانہ نظر ڈالنی چاہیے جن میں حکم شوریٰ دیا گیا ہے۔

(۲) بعض شکوک و اعتراضات کی تحقیق جو اس بارے میں پیدا ہوتے ہیں۔ از انجملہ وہ شبہات جو انقلاب عثمانی کے زمانے میں بعض جرائد و مجلات میں شائع ہوئے تھے، اور حال میں ایک تحریر کے ذریعہ ان کا اعادہ بھی کیا گیا ہے۔ یہ تحریر روزانہ (پیسہ اخبار) لاہور میں شائع ہوئی ہے۔

آیندہ نمبر سے ہم ان دونوں بحثوں کیطرف متوجہ ہوں گے۔

وَاللّٰہُ الھادی وعلیہ اعتمادی۔ (منقول از الہلال)

تمت

مجموعہ کلام مظہری جناب مولانا مولوی شفیع احمد صاحب مظہری ایم اے علیگ کی قومی اور تمدنی نظموں کا بیمثل قابل قدر مجموعہ۔ اگر شاعری سے قطع نظر کرکے دیکھا جائے تو اپنی قسم میں بے نظیر ہیں۔ علیحدہ کتاب کی صورت میں چھپی ہوئی رنگین نظر فریب ٹائیٹل سے مزین ہر سہ کی یکجائی قیمت (۶ر)

اجتماع ضدین جناب اے ش تھانوی کے قلم سے ایک اخلاقی ناول جسکا پلاٹ بہت دلچسپ ہونیکے علاوہ جذبات فطرت سے معمور ہے عشق کی لگاوٹیں اور حسن کی فسوں سازیاں عجیب و غریب انداز میں لفظوں میں تیر و نشتر کا اثر کتاب کی ہر سطر ایک شایان دلآویزی رکھتی ہے۔ اور ہر جملہ میں نئی تراش خراش ہے۔ یہ فسانہ اصلاح معاشرت کی غرض سے لکھا گیا ہے۔ اس میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ اتحاد خیال مرد و عورت کی آئندہ خوشحال زندگی کے لیے سب سے زیادہ ضروری ہے۔ لیکن والدین اس بات کو اکثر نظر انداز کر جاتے ہیں اور غریب دولہا دلھن تمام عمر بدمزگی سے گذارتے ہیں شادی کرنے سے پہلے اگر اس کتاب پر نظر ڈال لیجائے تو یقیناً پڑھنے والا نفع میں رہیگا۔

کیا بلحاظ زبان اور کیا بلحاظ خیالات کتاب ہر طرح قابل قدر ہے۔ لکھائی چھپائی دیدہ زیب اور ٹائیٹل دلفریب ہے قیمت صرف (۶ر)

حجاج بن یوسف جرجی زیدان اڈیٹر الہلال مصر کے ایک معرکۃ الآرا ناول کا ترجمہ جسمیں خلیفہ عبد الملک کی پالیسی حجاج بن یوسف کے مظالم۔ حجاج اور عبداللہ ابن زبیر کا معرکہ۔ کعبہ کا محاصرہ۔ عبداللہ ابن زبیر کی شہادت۔ خلافت کے مدعی اور ان کے جوڑ توڑ۔ حسن نامی ایک نوجوان کا عرب کی ایک مشہور لڑکی پر عاشق ہونا۔ اور اس عشق کی بدولت خطرات میں مبتلا ہونا ہجر و وصال کے تذکرے۔ رزم و بزم کے سین۔ دلچسپ انداز اور سلیس عبارت میں بیان کیے گئے ہیں۔

اس کتاب کے دیکھنے سے اس زمانہ کے طریق جنگ اور رسم و رواج پر بھی کافی روشنی پڑتی ہے۔ ترجمہ کی خوبی کے لیے سید ظہور احمد ندوی سب ایڈیٹر ہمدم کا نام کافی ہے۔

کاغذ [illegible] قیمت ([illegible])

ملنے کا پتہ صدیق بکڈپو۔ امین آباد۔ لکھنؤ

عیار فقیر مکار فقیروں کی چالبازی ظلم و ستم اور دغا فریب کا پردہ فاش کیا ہے۔ ان بدمعاشوں کی چالوں سے محفوظ رہنے کے لیے اس کتاب کو ایک بار پڑھ جائیے۔ صبیحہ نامی ایک لڑکی کا ایک مکار فقیر کے دام مین گرفتار ہونا۔ اور مصائب مین مبتلا ہونے پر بھی اپنی عصمت کی حفاظت کرنا۔ آخرکار ان بدمعاشوں کا بھانڈا پھوٹنا اور لڑکی کو نجات ملنا۔ بہت ہی درد انگیز ناول ہے۔ اسکی اشاعت سے مقصود صرف پیسہ کمانا نہین ہے۔ بلکہ اہل ملک کو ان حرام خوروں کی عیاریوں سے باخبر کرنا ہے۔ قیمت (۱۲)

محاصرۂ پیرس پیرس کا محاصرہ۔ اہل فرانس کا انداز مدافعت۔ قیصر جرمنی کی پولیٹکل چالین اور انکا جواب اتحادیوں کی طرف سے غنیم پر محصورین کے جان توڑ حملے۔ ہندوستانی افواج کی مدد اور اہل فرانس کی گلو خلاصی۔ جنگ یورپ کے حیرت انگیز حالات۔ جدید آلات جنگ کا استعمال۔ پیرس کی تباہی۔ تاریخ کی تاریخ قصہ کا قصہ۔ ایک حسین محبوبہ کا جذبۂ وطن پرستی اور اس کے نتائج بہت ہی دل آویز پیرایہ مین ہین۔ قیمت (۴)

حیرت انگیز شہر ایک نوجوان سادہ دل کا ایک حسینہ کے دام محبت مین گرفتار ہونا۔ صدہا مصائب کا سامنا کر کے آخر گوہر مقصود کو پا لینا ضمنی طور پر بہت سے دلچسپ واقعات آ گئے ہین جو بذات خود ایک وزن رکھتے ہین۔ مزدوروں اور سرمایہ داروں کی کشمکش۔ خود غرض پارٹیوں کی خود غرضی اور مزدوری پیشہ طبقہ کے ہنگاموں سے ملک کی تباہی عجیب و غریب حیرت انگیز واقعات۔ مختلف جماعتوں کے لیڈروں کا دلچسپ مکالمہ۔ زبان اعلےٰ درجہ کی۔ اگر قصہ سے قطع نظر کیجائے تاہم ادبی حیثیت سے یہ کتاب دیکھنے کے قابل ہے لکھائی چھپائی نفیس قیمت (۴)

ملنے کا پتہ۔ منیجر صدیقی بکڈپو امین آباد لکھنؤ

سرابِ فیشن فیشن پرستی کے مُہلک نتائج اغیار کی تقلید کا قابلِ عبرت نتیجہ۔ موجودہ تعلیم اور کاروباری تجارت کا موازنہ۔ ایک ہندوستانی نوجوان کا ایک یورپین لیڈی سے شادی کرنا۔ آخر میں اس بیوفا کے سلوک سے دست حسرت ملنا۔ قصّہ کے علاوہ بہت سے اخلاقی نصائح بھی مکالمہ میں آگئے ہیں اکل حلال کی فضیلت ذہن نشین کرنیکی کوشش کیگئی ہے۔ اسکا پڑھنا اخلاق پر اچھا اثر ڈالتا ہے۔ قیمت (۸/)

طوافِ زمین جولیس ورن مشہور ناول نویس کے ایک جغرافیائی ناول کا ترجمہ ارشد تھانوی کے قلم سے جو دلآویزی اور زبان کے اعتبار سے قابل دید ہے۔ ایک لوٹے رہین بازی لگا کر ۸۰ دن میں تمام دُنیا کے گرد گھوم آتا ہے۔ اس سفر میں اُس نے جو جو عجائبِ روزگار دیکھے سب اس کتاب میں ناول کے پیرایہ میں درج ہیں۔ لکھائی چھپائی نفیس قیمت عہ

آثارِ سانچی بھوپال کے قریب سانچی نامی ایک مشہور تاریخی مقام ہے۔ وہاں کے مناظر بیحد دلفریب ہیں بعض شکستہ عمارات اور کھنڈرات میں قدیم نقاشی اور فن مصوری کے جو جو نمونے پائے جاتے ہیں انھیں دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ زمانہ گذشتہ میں کیسے کیسے ماہرین فن موجود تھے۔ بودھ مذہب کے صدہا گنبد اور مینارے وہان موجود ہیں جن کے دیکھنے کیلیے امریکہ اور جرمنی تک کے لوگ آتے ہیں۔ اور یہان کے تاریخی حالات اور معلومات سے مالامال ہوکر جاتے ہیں اور انکی اشاعت کرکے لاکھون روپیہ پیدا کرتے ہیں۔ جناب ارشد تھانوی نے وہان کی سیر سے لطف اندوز ہوکر وہان کے تاریخی حالات اور نقش و نگار کو مخصوص اپنے شاعرانہ انداز میں صفحات کاغذ پر نمایان کیا ہے۔ کتاب مصنف کی طبعزاد نظم اور تصاویر سے آراستہ ہے۔ الفاظ کی عمدگی اور تراش و خراش خاص طور پر قابل قدر ہے۔ کچھ نثر نمونتاً درج کی جاتی ہے۔ "نزہتگاہ ہستی کی دلفریبیان انسان کو کبھی نچلا نہین بیٹھنے دیتین۔ لطفِ مشاہدہ کا ذوق خود بخود اسکا ہاتھ پکڑ کر اس مقام کی جبین سائی کرا دیتا ہے جہان فطرت کی گلکاریون کے بیش بہا نمونے اپنی داد طلب خوش منظری سے اسکا انتظار کرتے ہین۔ قیمت (۱۲/)

ملنے کا پتہ۔ منیجر صدیق بکڈپو۔ امین آباد۔ لکھنؤ

بیوی کے فرائض ایک شریف عورت کو کسطرح زندگی بسر کرنا چاہیئے شوہر کے متعلق عورت کے کیا کیا فرائض ہین۔ عورت کسطریقہ سے شوہر کو قابو مین کر سکتی ہے۔ سسرال والونکو خوش رکھنے کا کیا طریقہ ہو۔ اگر اس کتاب کو عورتین غور سے پڑھ لین تو گھر جنت کا نمونہ بنجائے۔ سید ظہور احمد ندوی نے خوب نقشہ کھینچا ہے۔ قیمت صرف (۴؍)

حب وطن مولانا حالی کے قلم سے۔ وطن کی سچی محبت کیا ہوتی ہے۔ بہت ہی دلنشین پیرایہ مین خدمت ملک و قوم کی ترغیب دیگئی ہے۔ بچون کو ضرور پڑھائیے۔ قیمت صرف (۱؍)

آسمانی خزانہ ایک دلچسپ باتصویر قصہ۔ ارشد تھانوی کے قلم سے۔ قیمت (۱؍)

چھوٹا شہزادہ بچون کا دل بہلاؤ۔ آسان زبان مین مخصوص بچونکے لیے باتصویر قیمت (۱؍)

قانون فطرت فطرت اور قانون فطرت پر ایک عالمانہ مبسوط مضمون از نواب محسن الملک قیمت (۴؍)

انشاء نسوان زنانہ خط کتابت سکھانیوالی ایک دلچسپ کتاب جسمین نمونے کے خطوط مین اخلاقی تعلیم کو بھی مد نظر رکھا گیا ہے۔ خطوط کے جوابات بھی ساتھ ہی ساتھ لکھے گئے ہین۔ زبان آسان اور طرز بیان دلکش ہے۔ ٹائٹل دلپسند نفیس ہے۔ قیمت (۶؍)

میلاد نامۂ جدید مولوی عبد الرزاق صاحب ندوی نے جدید انداز اور نئی روشنی مین یہ میلاد نامہ مرتب کیا ہو۔ اگرچہ اس موضوع پر ہزارہا کتابین لکھی جاچکی ہین لیکن یہ کتاب اپنے رنگ مین مخصوص ہے۔ اسمین صرف خوش اعتقادی ہی دل خوش کن باتین نہین ہین بلکہ دلائل سے ثابت کیا گیا ہے کہ نبی کریم کی ذات والا صفات سراپا رحمت تھی آپکے اوصاف حمیدہ اور اخلاق حسنہ نے دُنیا کو کیا کیا سبق دیئے۔ اس کتاب کے پڑھنے اور سُننے سے دل پر عجب اثر پڑتا ہے۔ آپکے حیرت انگیز کارنامونکا دلچسپ تذکرہ۔ دلونمین ولولہ پیدا کرنیکے لئے کافی ہے۔ اس کتاب کو غیر مسلم بھی پڑھ اور سنکر مستفید ہو سکتے ہین اس کتاب کے لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ خوارق عادات سے قطع نظر کرکے آپکے حالات کا صحیح صحیح نقشہ کھینچا جائے جس سے عوام پورے طور پر فائدہ اُٹھا سکین اور محفل میلاد کے انعقاد کا اصل مقصد حاصل ہو اور لوگ آپکے نقش قدم پر چلکر ثواب دارین حاصل کرین۔ قیمت (۱۲؍)

پتہ۔ صدیق بکڈپو۔ امین آباد۔ لکھنؤ۔

سیلاب خون غدر ۱۸۵۷ء کی ہولناک داستان۔ کمپنی اور اہل ہند کی کشمکش۔ ارکان کمپنی کے جدید قوانین جنمین سے بعض ہندوستانیون کے جذبات کے مخالف تھے۔ جن سے ہندوستانی فوج مین ہیجان پیدا ہوگیا۔ میکیر نامی فرانسیسی عیار کا انگریز بنکر انگریزی فوج مین داخل ہونا اور موقع پاکر انگریزون کے خلاف ملک مین بغاوت پھیلانا۔ نانا راؤ اور تانتیا ٹوپی کا انگریزون سے برسر جنگ ہونا۔ دیگر ہندوستانی رؤسا کا ملک کی حمایت مین لڑنا۔ باقرخان سردار کا خفیہ انسپکٹری پر تقرر اور اسکی حیرت انگیز عیاریان۔ میکیر کی چالبازیان۔ خفیہ اور باغیون کی جوڑ توڑ۔ فتح و شکست کے عجیب و غریب کارنامے۔ مسٹر گارڈن کی لڑکی ہیلنا اور میکیر کے عشق کی داستان۔ ہیلنا کا قتل عبدل نامی باغی کی عیاری۔ خفیہ پولیس کا قتل۔ باقرخان کی گرفتاری اور فرار۔ باغیون کا قلع و قمع ہندوستانیون کا انگریزون کا ساتھ دینا۔ اور ملک کی بغاوت کا فرو کرانا۔ ملکہ معظمہ کا مشفقانہ فرمان اور بغاوت کا خاتمہ۔ تاریخ کی تاریخ قصہ کا قصہ۔ ضمناً ہندوستان کے صدہا بہادرون کا تذکرہ آگیا ہے۔ جنمین سے بعض گورنمنٹ برطانیہ کے ساتھی تھے۔ بعض مخالف۔ بعض نے ملک کی آزادی کیلیے جانین لڑادین بعض نے برطانیہ کی وفاداری مین اپنے کو قربان کردیا۔ پڑھکے دیکھیے کہ تاریخی معلومات سے لبریز کسقدر دلچسپ اور حیرت انگیز ناول ہے۔ ابھی حال ہی مین شایع ہوا ہے۔ قیمت عہ

عروس مصر جرجی زیدان۔ اڈیٹر الہلال مصر کے ایک معرکۃ الآرا ناول کا ترجمہ سید ظہور احمد ندوی کے قلم سے۔ بہت ہی دلچسپ قصہ ہے۔ زبان قابل قدر اور انداز بیان دلفریب۔ اس ناول مین صدہا واقعات تاریخی کو روشنی مین لایا گیا ہے۔ مصر کے عیسائیون اور مسلمانون کے تعلقات رسم و رواج اور سیاسی حالات پر بھی روشنی پڑتی ہے حسن کی کشش اور جذبات محبت کے ہوبہو فوٹو کھینچے گئے ہین۔ قیمت (عمر)

ملنے کا پتہ۔ منیجر صدیق بکڈپو۔ امین آباد لکھنؤ

عبدالرحمن ناصر | خلیفہ عبدالرحمن ناصر کے زمانہ کے واقعات۔ اُس کا طرز حکمرانی۔ اُس زمانہ کے علما کا رویّہ۔ ارکان سلطنت کے سیاسی جوڑ توڑ۔ خلیفہ کی منظور نظر زہرا کے حالات۔ زہرا کے عاشق صادق سعید کی سعی لاحاصل۔ اور اسکا خاتمہ۔ عابدہ نامی ایک تعلیم یافتہ خاتون کا کمال۔ سعید اور عابدہ کے کیرکٹر۔ اس کتاب کی جان ہین۔ ان دونون کی مزیدار کہانی اسقدر دلچسپ ہے کہ کتاب شروع کرنے کے بعد بغیر ختم کیے چھوڑنا ناممکن ہے۔ یہ کتاب بھی جرجی زیدان اڈیٹر الہلال کی اسی نام کی کتاب کا ترجمہ ہے۔ سید ظہور احمد ندوی نے بڑی خوبی سے اسکا ترجمہ کیا ہے۔ بلحاظ زبان بھی کتاب قابل قدر ہے۔ آجتک جسقدر ناول آپ نے پڑھے ہونگے اُن سب سے افضل پائینگے۔ قیمت (عہ)

نعتیہ کلام | نامور اور باکمال شعرا کے نعتیہ کلام کا مجموعہ۔ یہ سب چیدہ چوٹی کی نظمین ہین نعتیہ کلام اس سے بہتر نظر سے نہ گذرا ہوگا۔ کاغذ لکھائی چھپائی [illegible] ہے۔ قیمت (۱۰؍)

بیگمات بنگال | مرشد آباد بنگال کی بیگمات کا ایک نہایت مستند اور سبق آموز تذکرہ۔ عورتون کے لیے مخصوص طور پر نافع ہے۔ اس انتخاب مین بہت احتیاط برتی گئی ہے واقعات مستند تاریخون سے لکھے گئے ہین۔ اسلامی دور حکومت کی قابل قدر یادگار ہے۔ قیمت (۱۲؍)

البیرونی | اسمین مسٹر سید حسن برنی (علیگ) نے بڑی کوشش و تحقیق سے علامہ ابوریحان بیرونی کے حالات جمع کیے ہین مسلمانون مین سے یہ پہلا شخص ہے جسنے ہندوستان کے حالات کی پوری پوری تفتیش کی ہندوؤن کے حالات سے پورے طور پر ماہر ہونے کی غرض سے سنسکرت علم ادب کو حاصل کیا کتاب الہند نامی ایک کتاب لکھکر اہل ہند پر بڑا احسان کیا ہے سچ تو یہ ہے۔ اُردو خوان حضرات کے علاوہ بیرونی کی عظمت کا اعتراف جب ہوگا جبکہ کتاب الہند کا ترجمہ اردو مین ہوجائیگا [illegible] قیمت (عہ)

ملنے کا پتہ۔ منیجر صدیق بکڈپو امین آباد لکھنؤ

جمیلہ خاتون ایک ضدّی اور ناسمجھ خاتون کو کسطرح راہِ راست پر لایا گیا۔ ابتدا میں وہ کیسی بدمزاج اور بدفہم تھی مگر آخر کار خود بخود انتہا درجہ کی نیک مزاج شوہر کی فرمان بردار ہو گئی۔ نہایت دلچسپ اور نتیجہ خیز قصہ ہے۔ ملنگے کا زیور پہننے والی بیبیان ضرور پڑھین۔ (۳/)

اُمّت کی مائیں آن حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات جسقدر ہین۔ وہ درحقیقت اُمّت محمدیہ کی بزرگ ترین مائین ہین۔ اس کتاب مین آنحضرت کی بیبیون کا مقدس تذکرہ درج ہے۔ جو نہایت صحیح حالات پر ملاوی ہے۔ (۸/)

لیڈی ڈاکٹر حلیمہ خانم ایک غریب مسلمان خاندان کی لڑکی کا قصہ ہے جس نے لیڈی ڈاکٹری کی سند حاصل کی ہے۔ اور پھر آریہ قوم کے لوگون سے بچکر اسلام کی سچی خادمہ ثابت ہوئی۔ (۱۲/)

زنانہ خطوط عورتون کو خطوط نویسی کا طریقہ بتلانے والی کتاب جس مین بہت سے نصیحت خیز اور کارآمد خطوط بھی درج ہین۔ (۵/)

نیا باورچی خانہ ہر قسم کے ہندوانی، مسلمانی، غرضکہ عمدہ لذیذ کھانے، مربون، اچار دن چٹنیون کے بنانیکی تمام ترکیبین درج کیگئی ہین۔ دلچسپ قصہ کے پیرایہ مین مرتب کیا ہے۔ (۶/)

قومی گیت بڑے بڑے قومی شاعرون کے چیدہ کلام درج کیے ہین۔ پروفیسر اقبال۔ خواجہ الطاف حسین حالی مرحوم مولانا صدرالدین صاحب ودودی۔ چودھری نوشی محمد۔ بی۔ اے۔ وغیرہ وغیرہ۔ قیمت ۵/

[illegible]

[illegible] ہندوستان [illegible]

[illegible] ہندوستان کی ترقی [illegible]

اور [illegible] ہندوستانی [illegible]

کی [illegible] پایہ تخت [illegible]

[illegible] ہندوستان [illegible]

[illegible] ہندوستان [illegible]

[illegible]

اور [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] ہندوستان [illegible]

[illegible] ہندوستان [illegible]

[illegible]

[illegible] ہندوستان [illegible]

[illegible] کاتب صدیق [illegible]

خلافت اسلامیہ

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

عروس مصر

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

ملنے کا پتہ

صدیق بکڈپو امین آباد لکھنؤ